5282CH11

موضوع
گیارہ

بغاوتیں اور راج

1857 کی بغاوت اور اس کی نمائندگی

10 مئی 1857 کو بعد دوپہر میرٹھ چھاونی کے سپاہیوں نے بغاوت کردی۔اس کی شروعات پیدل فوج کے ہندوستانی سپاہیوں نے کی تھی جو تیزی سے گھوڑسوار فوج میں اور پھر شہر تک پھیل گئی۔شہر کے عوام اور قرب وجوار کے گاؤں کے لوگ سپاہیوں کے ساتھ متحد ہوگئے۔سپاہیوں نے اسلحہ خانہ (Bell of Arms) پر قبضہ کرلیا جہاں ہتھیار اور گولہ بارود رکھے ہوئے تھے نیز سفید لوگوں (انگریزوں) پر حملہ کرنا شروع کردیا،ان کے بنگلوں کو تاخت وتاراج کرنا اور جلانا شروع کردیا۔ریکارڈ آفس،جیل،کورٹ،پوسٹ آفس،خزانہ وغیرہ جیسی سرکاری عمارتوں کو تباہ کردیا گیا اور لوٹ لیا گیا۔دہلی کے لیے ٹیلی گراف لائن کاٹ دی گئی۔اندھیرا ہوتے ہی سپاہیوں کا ایک جتھہ گھوڑوں پر سوار ہوکر دہلی کی طرف چل پڑا۔

شکل 11.1
بہادرشاہ ظفرؔ کی تصویر

11 مئی کی صبح ہی سپاہی لال قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔یہ رمضان کا مہینہ تھا،ضعیف مغل بادشاہ بہادرشاہ (ظفرؔ) سحری (سورج طلوع ہونے سے پہلے کا کھانا) کھا کر اور نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ انھوں نے دروازوں پر ہنگامہ اور شوروغل کی آوازیں سنیں۔سپاہی جو اُن کے جھروکے کے نیچے اکٹھا ہوگئے تھے انھوں نے کہا ”ہم میرٹھ سے تمام انگریزوں کو ختم کرکے آئے ہیں،کیونکہ انھوں نے ہم سے گائے اور سور کی چربی چڑھے کارتوسوں کو دانتوں سے کاٹنے کے لیے کہا تھا۔ اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کا عقیدہ (مذہب) خراب ہوجاتا۔“ سپاہیوں کا ایک دوسرا جتھہ بھی دہلی میں داخل ہوگیا اور شہر کے عام لوگ اُن کے ساتھ شامل ہوگئے۔ بڑی تعداد میں اہل یوروپ مار دیے گئے۔دہلی کے دولت مند لوگوں پر حملے ہوئے اور لوٹ مار ہوئی۔یہ واضح تھا کہ دہلی اب انگریزوں کے کنٹرول سے باہر ہوچکی تھی۔گھوڑے پر سوار چند سپاہی شاہی دربار کے آداب کی تعمیل کیے بغیر قلعے میں داخل ہوگئے۔اُن کا مطالبہ تھا کہ بادشاہ ان کو دعائے برکت دے۔سپاہیوں سے گھرے بہادرشاہ ظفر کے پاس ان کی بات ماننے کے علاوہ دیگر کوئی چارہ نہ تھا۔اس طرح بغاوت نے ایک قسم کا قانونی جواز حاصل کرلیا تھا کیونکہ اس بغاوت کو اب مغل بادشاہ کے نام پر چلایا جاسکتا تھا۔

© NCERT not to be republished

12 اور 13 مئی کو شمالی ہندوستان میں امن چین رہا۔ جوں ہی یہ خبر پھیلی کہ دہلی پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور بہادر شاہ نے بغاوت کو اپنی حمایت دے دی ہے، گنگا کی وادی اور دہلی کے مغرب کی طرف بعض چھاونیوں میں یکے بعد دیگرے بغاوت شروع ہونے لگی۔

1. بغاوت کا نمونہ (PATTERN OF THE REBELLION)

اسلحہ خانہ (Bell of Arms) ایک ذخیرہ گھر ہوتا ہے جہاں ہتھیاروں کو رکھا جاتا ہے۔

اگر ان بغاوتوں کی تاریخوں کو تاریخ وار ترتیب سے رکھا جائے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جوں جوں بغاوت کی خبر ایک سے دوسرے قصبے تک پہنچتی گئی ویسے ویسے سپاہی ہتھیار اٹھاتے گئے۔ ہر چھاونی میں معاملہ ایک جیسا ہی تھا۔

فرنگی اصل میں فارسی زبان کی اصطلاح ہے جو ممکن ہے فرینک (جس سے فرانس کا نام پڑا ہے) سے اخذ کی گئی ہو۔ اکثر اردو اور ہندی میں غیر ملکی (مغربی) لوگوں کے لیے اس کا استعمال توہین آمیز انداز میں کیا جاتا ہے۔

سپاہیوں نے اپنی کارروائی کا آغاز ایک خاص قسم کے اشارے (سگنل) سے کیا: بہت سے مقامات پر توپ کا گولہ داغا گیا یا نقارہ بجایا گیا۔ انھوں نے سب سے پہلے اسلحہ خانہ پر قبضہ کیا اور خزانہ کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد انھوں نے جیل خانہ، ٹیلی گراف آفس، ریکارڈ روم، بنگلوں اور سرکاری عمارتوں پر حملہ کیا اور تمام ریکارڈ جلا دیے۔ گورے لوگوں سے وابستہ ہر چیز اور ہر شخص ان کا نشانہ بنا۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو متحد کرنے اور بغاوت کو فروغ دینے نیز فرنگیوں کا استیصال کرنے کے لیے ہندی، اردو اور فارسی میں اعلانات و اشتہارات جاری کیے جانے لگے۔

جب بغاوت میں عام لوگ شامل ہونے لگے تو حملوں میں بھی وسعت آ گئی۔ بڑے شہروں جیسے لکھنؤ، کان پور اور بریلی میں مہاجن اور متمول طبقہ بھی باغیوں کے غصہ کا نشانہ بننے لگے۔ کسان ان کو ظالم انگریزوں کے اتحادی کے طور پر دیکھتے تھے۔ بیشتر مقامات پر اُن کے مکانات لوٹ لیے گئے اور تاخت و تاراج کر دیے گئے۔ سپاہیوں کی صفوں میں ہونے والی اس بغاوت نے جلد ہی ایک کھلی بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ اس موقع پر ہر قسم کے اقتدار اور نظام مراتب کی اعلانیہ نافرمانی ہوئی۔

شکل 11.2
لکھنؤ میں عام لوگ سپاہیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں پر حملہ کرتے ہوئے۔

مئی اور جون کے اِن مہینوں میں باغیوں کی کارروائیوں کا انگریزوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ انفرادی طور پر اہل یوروپ اپنی اور اہل خانہ کی زندگیوں کو بچانے کی کوشش کررہے تھے۔ برطانوی حکومت کے بارے میں ایک برطانوی افسر نے لکھا تھا ''تاش کے پتوں سے بنے مکان کی طرح ڈھیر ہوگئی تھی۔''

ماخذ 1

غیر معمولی زمانے میں عام زندگی (Ordinary life in extraordinary times)

بغاوت کے مہینوں کے دوران شہروں میں کیا ہوا؛ ہنگامے کے ان مہینوں میں لوگ کیسے زندگی جی رہے تھے؟ معمولاتِ زندگی کس طرح متاثر ہوئے؟ مختلف شہروں کی رپورٹیں روزمرہ کی سرگرمیوں کے ختم ہونے کے متعلق ہمیں کیا بتاتی ہیں؟ 14 جون 1857 کے ''دہلی اردو اخبار'' سے ان رپورٹوں کو پڑھیے:

> یہ بات سبزیوں اور ساگ (پالک) کے معاملے میں بھی صادق آتی ہے۔ لوگ اس بات کی شکایت کررہے ہیں کہ کدو اور بینگن تک بھی بازار میں نہیں پائے جاتے۔ آلو اور اروی جب کبھی ملتی بھی ہیں تو باسی اور سڑی گلی قسم کی جسے دور اندیش کنجڑوں (سبزی فروش) نے پہلے سے ذخیرہ کررکھا تھا۔ شہر کے اندر واقع باغیچوں سے بعض پیداوار شہر کے کچھ علاقوں تک پہنچ جاتی ہے لیکن غریب اور متوسط طبقے کے افراد انھیں دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر لیتے ہیں۔ (چونکہ یہ چندہ افراد کے لیے ہی ہیں)
>
> ...... یہاں چند دیگر باتوں پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے جو لوگوں کے لیے کافی نقصان کا سبب بنی ہوئی ہیں وہ یہ کہ بھشتیوں (پانی بھرنے والے) نے پانی بھرنا بند کردیا۔ غریب شرفا خود اپنے کاندھوں پر گگرے میں پانی بھر کر لاتے تب کہیں جاکر صرف اہل خانہ کے ضروری کام جیسے کھانا بنانا وغیرہ ممکن ہوسکتے۔ حلال خور، حرام خور ہوگئے ہیں۔ بہت سے محلوں میں لوگ کئی دنوں کے لیے کمانے کے اہل نہیں ہیں اور اگر یہ حالت مسلسل بنی رہی تو پھر صحت کی خرابی، موت اور بیماریاں مل کر شہر کی آب و ہوا خراب کردیں گی اور پورے شہر میں ایک وبا پھیل جائے گی یہاں تک کہ قرب و جوار کے علاقے بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔

⊂ ان دونوں رپورٹوں اور اس زمانے میں دہلی کے متعلق اس باب میں دیے گئے بیانات کو پڑھیے۔ یاد رکھیے کہ اخبارات کی خبریں اکثر اخباری نامہ نگاروں کے میلان خاطر کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس تناظر میں دہلی اردو اخبار، لوگوں کے ردِّعمل کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟

1.2 خبر رسانی کے طریقہ کار (Lines of communication)

مختلف مقامات پر بغاوت کے نمونہ میں یکسانیت کے لیے وجہ جزوی طور پر اس کی منصوبہ بندی اور تال میل میں پوشیدہ تھی۔ یہ بالکل واضح ہے کہ مختلف چھاونیوں میں سپاہیوں کی صفوں کے درمیان خبر رسانی کا سلسلہ موجود تھا۔ مئی کی ابتدا میں جب ساتویں اودھ اور ریگولر کیولری نے نئے کارتوسوں کو قبول کرنے سے انکار کردیا تو انھوں نے 48 نیٹیو انفینٹری کو تحریر کیا کہ ''ہم نے اپنے عقیدے کے لیے یہ کام کیا تھا اور 48 نیٹیو انفینٹری کے احکامات کا انتظار کررہے ہیں۔'' سپاہی یا

ان کے سفیر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے تھے۔ چنانچہ لوگ بغاوت کے منصوبے بنا رہے تھے اور اس کے متعلق بات کر رہے تھے۔

ماخذ 2

سسٹن اور تحصیل دار (Sisten and the tahsildar)

بغاوت اور غدر برپا کرنے کے متعلق پیغامات کی اطلاع بہم رسانی کے تناظر میں سیتاپور میں تعینات ایک دیسی عیسائی پولس انسپکٹر سسٹن بتاتا ہے کہ وہ تسلیمات ادا کرنے سہارن پور مجسٹریٹ کے پاس گیا ہوا تھا۔ سسٹن ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھا اور آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا، اسی وقت بجنور سے ایک تحصیل دار کمرے میں داخل ہوا۔ اسے علم ہوا کہ سسٹن اودھ سے آیا ہے۔ اس نے پوچھا "اودھ سے کیا خبر ہے؟ کام کیسا چل رہا ہے، بھائی؟" محتاط انداز میں سسٹن نے جواب دیا "اگر ہمیں اودھ میں کام کرنا پڑتا ہے تو جناب عالی کو بھی علم ہو جائے گا۔" تحصیل دار نے کہا "اس پر بھروسہ رکھیے، اس بار ہم کامیاب ہوں گے، معاملات کی رہنمائی قابل ہاتھوں میں ہے۔" بعد میں تحصیل دار کی شناخت بجنور کے باغیوں کے اہم ترین لیڈر کے طور پر ہوئی تھی۔

باغی اپنے منصوبوں کی اطلاعات کن طریقوں سے پہنچاتے تھے اور کس طرح تبادلۂ خیال کرتے تھے، اس کے متعلق اس بات چیت سے کیا خیال ظاہر ہوتا ہے؟ تحصیل دار نے سسٹن کو ایک احتمالی باغی کیوں سمجھا تھا؟

بغاوتوں کا نمونہ اور شہادتوں کا سلسلہ جوڑنے سے خیال ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کسی حد تک منصوبہ بندی اور تال میل موجود تھا، جس سے انتہائی اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ منصوبے کس طرح بنائے گئے ہیں؟ منصوبہ ساز کون تھے؟ دستیاب دستاویزات کی بنیاد پر اس طرح کے سوالات کے راست جوابات دینا مشکل امر ہے، لیکن ایک واقعہ اس بارے میں ایک سراغ دیتا ہے کہ بغاوتیں کس طرح منظم ہوئی ہوں گی۔ بغاوت کے دوران اودھ ملٹری پولس کے کیپٹن ہیئرسی کا تحفظ اس کے ہندوستانی ماتحتوں کے ذریعہ دیا گیا تھا۔ جہاں کیپٹن ہیئرسی تعینات تھا وہیں 41 ویں نیٹیو انفینٹری تعینات تھی۔ انفینٹری کا اصرار تھا چونکہ وہ اپنے تمام سفید افسروں کو ختم کر چکے ہیں اس لیے ملٹری پولس کو ہیئرسی کو بھی مارنا ہوگا یا اسے گرفتار کر کے 41 ویں نیٹیو انفینٹری کے سپرد کرنا ہوگا۔ ملٹری پولس نے دونوں طرح کے اصرار ماننے سے انکار کر دیا اور یہ طے کیا گیا کہ معاملہ کا تصفیہ کرنے کے لیے ہر رجمنٹ کے دیسی افسروں کی ایک پنچایت بلائی جائے۔ بغاوت کے ابتدائی مورخین میں سے ایک چارلس بال لکھتا ہے کہ یہ پنچایت رات کو کان پور سپاہی لائنس میں بلائی گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ فیصلے اجتماعی طور پر لیے جا رہے تھے۔ اور اس امر واقعہ کا علم بھی ہوتا ہے کہ سپاہی ان لائنس میں رہتے ہوئے اور ایک مشترکہ زندگی میں شریک کار تھے

غدر / بغاوت (Mutiniy) کے معنی مسلح افواج کے اندر قوانین اور ضوابط کی اجتماعی نافرمانی ہیں بغاوت (Revolt) کے معنی مستقل بنیاد پر قائم اقتدار وطاقت کے خلاف لوگوں کی بغاوت ہے۔ اصطلاح (Revolt) (بغاوت) اور (Rebellion) (بغاوت) کا استعمال ہم معنی کے طور پر بھی کر سکتے ہیں۔

1857 کی بغاوت کے تناظر میں اصطلاح بغاوت (Revolt) کا حوالہ ابتدائی طور پر غیر فوجی آبادی کی شورش و بغاوت (کسانوں، زمین داروں، راجاؤں، جوت داروں) کے لیے دیا جاتا ہے۔ اگرچہ بغاوت (Mutiny) سپاہیوں کی بغاوت تھی۔

© NCERT not to be republished

اوران میں سے بیشتر ایک ہی ذات سے آئے تھے اس لیے یہ قیاس کرنا مشکل نہیں ہے کہ وہ یکجا ہوکر اپنی قسمت کے فیصلے لے رہے ہوں گے۔ یہ سپاہی اپنی بغاوت کے خالق خود ہی تھے۔

1.3 قائداور پیروکار (Leaders and followers)

انگریزوں سے لڑنے کے لیے قیادت اور تنظیم کی ضرورت تھی۔اس کے لیے کئی مرتبہ باغیوں نے ایسے لوگوں کی طرف رخ کیا جوانگریزوں کی فتح سے قبل قائد رہ چکے تھے۔میرٹھ کے سپاہیوں نے سب سے پہلے جو کام کیے ان میں سے ایک یہ تھا کہ وہ دہلی کی طرف دوڑے اور بوڑھے مغل بادشاہ سے بغاوت کی قیادت قبول کرنے کی درخواست کی جس میں وقت لگا۔ بہادرشاہ ظفر کا پہلا ردعمل خوف اورانکار تھا۔ یہ صرف اس وقت ہو پایا جب کچھ سپاہی لال قلعہ کے دربار کے اندر حسب معمول درباری آداب ورسوم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے داخل ہوگئے تھے، چونکہ بوڑھے بادشاہ نے یہ حقیقت سمجھ لی تھی کہ اس کے پاس انتخاب کم ہیں اس لیے وہ بغاوت کے برائے نام لیڈر بننے کے لیے راضی ہوگئے۔

ہر جگہ چھوٹے پیمانے پر اسی طرح کے مناظر سامنے آئے۔ کان پور میں سپاہیوں اورعوام نے پیشوا باجی راؤ دوم کے جانشین ناناصاحب کے سامنے یہ بات رکھی، اُن کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بغاوت میں باغیوں کے لیڈر کے طور پر شامل ہوں۔ جھانسی میں عوام کے دباؤ سے مجبور ہوکر رانی کوخود کو بغاوت کا لیڈر ماننا پڑا۔اسی طرح کا معاملہ بہار میں آرا کے مقامی زمین دار کنور سنگھ کے ساتھ تھا۔اودھ میں جہاں مقبول عام نواب واجد علی شاہ کی بے دخلی اور ریاست کا الحاق لوگوں کے ذہنوں میں ابھی تازہ تھا لکھنؤ میں برطانوی حکومت کے زوال کے بعد نواب کے نوجوان بیٹے برجیس قدر کے باغیوں کا لیڈر بننے پر عوام نے خوشیاں منائیں۔

ہر جگہ قائد دربار سے وابستہ افراد — رانیاں، راجا، نوابین اور تعلقہ دار نہیں اکثر بغاوت کا پیغام عام آدمی، خواتین نیز مذہبی افراد کے ذریعہ جارہا تھا۔ میرٹھ سے ایسی خبریں آرہی تھیں کہ وہاں ہاتھی پر سوار ایک فقیر دیکھا گیا جس سے سپاہی لگاتار ملاقات کرنے جاتے تھے۔ اودھ کے الحاق کے بعد لکھنؤ میں بہت سے مذہبی قائد اور خودساختہ پیغمبر برطانوی حکومت کو تباہ وبرباد کرنے کی تبلیغ کررہے تھے۔

دیگر جگہوں پر مقامی قائد ابھرے جو کسانوں، زمین داروں اور قبائلیوں کو سخت تاکید کرتے تھے۔ شاہ مل نے اترپردیش میں بڑوت پرگنہ کے گاؤں کے لوگوں کو منظّم کیا۔ چھوٹا ناگ پور میں سنگھ بھوم کے قبائلی کاشت کار گونو علاقے کے کول قبیلے کے باغیوں کا لیڈر بن گیا۔

شکل 11.3
رانی لکشمی بائی کی ایک مقبول عام شبیہہ

شکل 11.4
نانا صاحب
1857 کے آخر میں جب بغاوت فرو ہوگئی تو ناناصاحب بھاگ کر نیپال چلے گئے۔ جسے افسانوی انداز میں اُن کی ہمت اور بہادری کا حصہ بتایا جاتا ہے۔

1857 کے دو باغی

شاہ مل

شاہ مل اتر پردیش کے پرگنہ بڑوت کے ایک بڑے گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اُن کا تعلق ایک جاٹ کسان خانوادے سے تھا جس کی قرابت داری چوراسی دیس (چوراسی گاؤں) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس علاقے کی زمین آب پاشی سے بھرپور اور زرخیز تھی۔ یہ زمین زرخیز اور سیاہ چکنی مٹی والی تھی۔ بہت سے گاؤں والے خوش حال تھے اور برطانوی زمین مال گزاری نظام کو ظالمانہ مانتے تھے کیونکہ لگان کا مطالبہ زیادہ اور اس کی وصولیابی بے لوچ یعنی سخت تھی۔ اس وجہ سے کسان اپنی زمین باہری لوگوں یعنی تاجروں اور مہاجنوں کے ہاتھوں میں دیتے جارہے تھے جو اس علاقے میں آرہے تھے۔

شاہ مل نے چوراسی دیس کے گاؤں کے مکھیا اور کسانوں کو جمع کرنا شروع کیا، انھوں نے راتوں میں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں سفر کیا اور لوگوں کو برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے اصرار کیا۔ بہت سے دیگر علاقوں کی طرح یہاں بھی انگریزوں کے خلاف بغاوت، ظلم اور ناانصافی کی تمام علامات کے خلاف ایک عام بغاوت میں تبدیل ہوگئی۔ کسان اپنے کھیت چھوڑ کر نکل پڑے اور مہاجنوں نیز تاجروں کے مکانات کو تاخت وتاراج کردیا۔ بے دخل زمین مالکوں نے ان زمینوں پر قبضہ کرلیا جن کو وہ کھو چکے تھے۔ شاہ مل کے آدمیوں نے سرکاری عمارتوں پر حملہ کردیا۔ ندی پر بنے پل کو تباہ کردیا اور پختہ سڑکوں کو کھود دیا کیونکہ جزوی طور پر سرکاری افواج کو اپنے علاقے میں آنے سے روکنا تھا۔ وہ نیز پلوں اور سڑکوں کو کچھ حد تک برطانوی حکومت کے مظہر کے طور پر بھی دیکھتے تھے۔ انھوں نے دہلی میں بغاوت کرنے والے سپاہیوں کو رسد بھیجی اور برطانوی ہیڈکوارٹر نیز میرٹھ کے درمیان تمام خبر رسانی کا سلسلہ روک دیا۔ مقامی طور پر راجہ تسلیم کیے جانے والے شاہ مل نے ایک انگریز افسر کے بنگلے پر قبضہ کرلیا اور اس کو ''انصاف کے ایوان'' میں تبدیل کردیا جہاں وہ جھگڑوں کا تصفیہ اور فیصلے دینے لگے۔ انھوں نے جاسوسی کا ایک حیرت انگیز نیٹ ورک قائم کیا تھا۔ ایک عرصے کے لیے اس علاقے کے لوگوں کو محسوس ہوا کہ ''فرنگی راج'' ختم ہوچکا اور ان کا اپنا ''راج'' آگیا۔

شاہ مل جولائی 1857 میں ایک جنگ میں مارے گئے۔

مولوی احمد اللہ شاہ

مولوی احمد اللہ شاہ اُن علما میں سے ایک تھے جنھوں نے 1857 کی بغاوت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ انھوں نے حیدرآباد میں تعلیم حاصل کی تھی اور چھوٹی عمر میں ایک خطیب ومبلغ بن گئے تھے۔ 1856 میں انگریزوں کے خلاف لوگوں سے جہاد اور بغاوت کا اصرار کرنے کے لیے انھیں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں متحرک دیکھا گیا۔ وہ پالکی میں بیٹھ کر، آگے ڈھول بجانے والوں اور پیچھے اپنے متبعین کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ اس وجہ سے عام طور پر وہ ''ڈنکا شاہ'' کے نام سے پکارے جانے لگے۔ برطانوی افسران اس وجہ سے پریشان تھے کہ ہزاروں لوگ مولوی کے متبعین بننا شروع ہوگئے تھے اور بہت سے مسلمانوں نے انھیں الہامی پیغمبر کے طور پر دیکھنا شروع کردیا تھا۔ 1856 میں جب وہ لکھنؤ پہنچے تو پولیس نے انھیں شہر میں خطبہ دینے سے روک دیا۔ بعدازاں 1857 میں انھیں جیل میں بند کردیا گیا۔ جب وہ جیل سے رہا ہوئے تو 22ویں نیٹیو انفینٹری نے انھیں اپنا لیڈر منتخب کرلیا۔ انھوں نے چنہٹ کی مشہور جنگ لڑی جس میں ہنری لارنس کی قیادت والی برطانوی فوجوں کو شکست ہوئی تھی۔ مولوی صاحب کو ان کی جرأت اور طاقت کے لیے جانا جاتا تھا۔ فی الحقیقت بہت سے افراد مانتے تھے کہ وہ ناقابل تسخیر ہیں اور ان کے پاس جادوئی طاقت ہے نیز انگریز اُن کو مار نہیں سکتے۔ یہ اس یقین کی وجہ سے تھا جو انھوں نے لوگوں پر جزوی طور پر اپنی عظمت واقتدار کی بنیاد پر قائم کرلیا تھا۔

© NCERT not to be republished

شکل 11.5

ہنری ہارڈنگ کی فرانسس گرانٹ کے ذریعہ بنائی گئی تصویر ، 1849

گورنر جنرل کے طور پر ہارڈنگ نے فوج کے آلات کی جدید کاری کی کوشش کی تھی۔ اس نے جن این فیلڈ رائفل کو فوج میں متعارف کرایا تھا اس میں شروع میں چربی چڑھے کارتوسوں کا استعمال ہوتا تھا جس کے خلاف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔

1.4 افواہیں اور پیش گوئیاں (Rumours and prophecies)

افواہوں اور پیشین گوئیوں نے لوگوں میں عملی اقدام کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ میرٹھ سے جو سپاہی دہلی پہنچے تھے انھوں نے بہادر شاہ ظفر کو گائے اور سور کی چڑھے کارتوسوں کے متعلق بتایا تھا کہ ان کارتوسوں کو منہ سے چھیلیں گے تو اُن کی ذات اور مذہب خراب ہو جائے گا۔ سپاہیوں کا یہ اشارہ این فیلڈ رائفل کے اُن کارتوسوں کی طرف تھا جو حال ہی میں اُن کو ملے تھے۔ انگریزوں نے سپاہیوں سے وضاحت کرنے کی کوشش کی کہ اس معاملے میں ایسا نہیں ہے لیکن گائے اور سور کی چربی چڑھے نئے کارتوسوں کے متعلق یہ افواہ شمالی ہندوستان کی چھاؤنیوں میں جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔

اس افواہ کی اصل تلاش کی جاسکتی تھی۔ رائفل انسٹرکشن ڈپو کے کمانڈنٹ کیپٹن رائٹ نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ دم دم میں واقع اسلحہ خانہ میں کام کرنے والے ایک ''نیچی ذات'' کے خلاصی نے جنوری 1857 کے تیسرے ہفتے میں ایک برہمن سپاہی سے اس کے ہی لوٹے سے پانی پلانے کے لیے کہا۔ برہمن سپاہی نے یہ کہتے ہوئے پانی پلانے سے انکار کر دیا کہ ''نیچی ذات'' کے چھونے سے لوٹا ناپاک ہو جائے گا۔ رپورٹ کے مطابق خلاصی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ جلد ہی تمہاری ذات برباد ہونے والی ہے چونکہ تمہیں بہت جلد گائے اور سور کی چربی چڑھے کارتوسوں کو منہ سے چھیلنا ہوگا۔'' ہم اس رپورٹ کی صداقت کے متعلق کچھ نہیں جانتے لیکن ایک دفعہ یہ افواہ پھیلنا شروع ہو گئی تو برطانوی افسران کی طرف سے تمام یقین دہانیوں کے باوجود اس کو پھیلنے سے نہیں روکا جاسکا اور سپاہیوں کے درمیان اس کا خوف پھیل گیا۔

1857 تک یہ واحد افواہ نہیں تھی جو شمالی ہندوستان میں پھیلی تھی بلکہ ایک افواہ یہ بھی تھی کہ برطانوی حکومت نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی ذات اور مذہب کو تباہ کرنے کے لیے ایک بڑی سازش تیار کی ہے۔ افواہ کے مطابق اس مقصد کے لیے انگریزوں نے بازار میں فروخت ہونے والے آٹے میں گائے اور سور کی ہڈیوں کا سفوف ملا دیا ہے۔ قصبوں اور چھاؤنیوں میں سپاہیوں اور عام لوگوں نے آٹے کو چھونے سے بھی انکار کر دیا۔ یہاں ایک خوف اور بدگمانی تھی کہ انگریز ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں، یہ دہشت تیزی سے پھیلی، برطانوی افسران نے ہندوستانیوں کا خوف کم کرنے کی کوشش کی جو لا حاصل رہی۔ ان خدشات نے لوگوں کو ہنگامی اقدام کے لیے اکسایا۔ عملی قدم کے لیے دعوت کے ردعمل سے اس پیشین گوئی کے ذریعہ تقویت ملی کہ پلاسی 23 جون 1852 کو کی جنگ کے سو سال پورے ہوتے ہی برطانوی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس وقت صرف افواہیں ہی نہیں پھیل رہی تھیں بلکہ شمالی ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایسی رپورٹیں بھی آ رہی تھیں کہ گاؤں گاؤں میں چپاتیاں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ ایک شخص رات میں آتا تھا اور گاؤں کے چوکی دار کو ایک چپاتی دیتا تھا اور پانچ مزید چپاتیاں تیار کر کے اگلے گاؤں میں تقسیم کرنے کے لیے کہتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ چپاتیاں تقسیم کرنے کا مطلب اور مقصد نہ اس وقت واضح تھا اور نہ آج تک واضح ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ اسے آئندہ ہلچل کی علامت سمجھ رہے تھے۔

1.5 لوگ افواہوں پر کیوں یقین کر رہے تھے؟
(Why did people believe in the rumours?)

تاریخ میں ہم افواہوں اور پیشین گوئیوں کی طاقت کو نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ جانچ پڑتال کے ذریعہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آیا یہ حقیقتاً صحیح ہیں یا نہیں۔ ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جو ان میں یقین کر رہے تھے ان کی ذہنی کیفیت کے متعلق اس سے کیا ترجمانی ہوتی ہے—ان کے خوف اور خدشات، ان عقائد اور ایقان کے متعلق کیا ترجمانی ہوتی ہے، افواہیں تبھی پھیلتی ہیں جب لوگوں کے ذہنوں میں شدید خوف اور شک کی آواز گونج رہی ہو۔

1857 میں شروع ہونے والی افواہوں کو جب 1820 کی دہائی سے انگریزوں کے ذریعہ اختیار کی گئی پالیسیوں کے تناظر میں دیکھنے پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹک کی قیادت میں انگریز مغربی تعلیم، مغربی تصورات اور مغربی اداروں کے ذریعہ ہندوستانی سماج کی ''اصلاح'' کرنے کے مقصد سے مختلف پالیسیاں اختیار کر رہے تھے۔ ہندوستانی سماج کے بعض طبقوں کے تعاون سے انگریزی میڈیم یعنی ذریعہ تعلیم کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں جن میں مغربی سائنس اور حریت پسندانہ (liberal) فنون پڑھائے جاتے تھے۔ انگریزوں نے ستی کی رسم ختم کرنے (1829) اور ہندو بیوہ کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دینے کے قوانین بنائے تھے۔

بد انتظامی اور گود لینے والے بچہ کو جانشین تسلیم کرنے سے انکار کرنا جیسے مختلف قسم کے بہانوں کے ذریعہ انگریزوں نے نہ صرف اودھ بلکہ بیشتر ریاستوں جیسے جھانسی اور ستارا کا الحاق کر لیا۔ جونہی ان علاقوں کا الحاق ہوتا انگریز وہاں اپنا نظم و نسق، قوانین، زمینی بندوبست اور مال گزاری اکٹھا کرنے کے طریقے رائج کر دیتے تھے۔ شمالی ہندوستان کے لوگوں پر ان سب کا مجموعی اثر گہرا تھا۔

© NCERT not to be republished

لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ جن چیزوں کو عزیز اور پاک سمجھتے ہیں— راجہ، بادشاہ اور سماجی مذہبی رسومات سے لے کر زمینی ملکیت کے نمونے اور مال گزاری تک— ان سب کو ختم کیا جا رہا ہے اور وہ ایک نظام کے ذریعہ بدل رہی ہیں جو زیادہ لاشخصی، بیگانہ اور ظالمانہ ہے۔ یہ احساس و شعور عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے ذریعہ مزید سخت ہو رہا تھا۔ ایسی غیر یقینی حالت میں افواہیں غیر معمولی تیز رفتاری کے ساتھ پھیل رہی تھیں۔

1857 کی بغاوت کی بعض بنیادی تفصیلات کی چھان بین کرنے کے لیے اودھ پر غائرانہ نظر ڈالیں جو اُن اہم مراکز میں سے ایک تھا جس سے 1857 کا واقعہ ظاہر ہوا تھا۔

بحث کیجیے.........

اس حصہ کو ایک مرتبہ پھر پڑھیے اور ان طریقوں پر توجہ دیجیے جن سے بغاوت کے دوران لیڈر ابھرتے تھے اور ان اختلافات و یکسانیت کی وضاحت کیجیے جن پر آپ کی توجہ مبذول ہوئی۔ کن ہی دو لیڈروں کے متعلق بحث کیجیے کہ عام لوگ ان کی طرف کس وجہ سے متوجہ ہوئے۔

2. اودھ میں بغاوت (AWADH IN REVOLT)

2.1 ''یہ شاہ دانہ ایک دن ہمارے منہ میں گرے گا'' (A cherry that will drop into our mouth one day)

1851 میں گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی نے اودھ کی ریاست کے ضمن میں ذکر کیا تھا کہ ''یہ شاہ دانہ ایک دن ہمارے منہ میں گرے گا۔'' پانچ سال بعد 1856 میں ریاست کا رسمی طور پر برطانوی سلطنت میں الحاق کر لیا گیا۔

فتح مرحلوں میں واقع ہوئی۔ 1801 میں امدادی معاہدہ (Subsidiary Alliance) اودھ پر عائد کیا گیا۔ اس معاہدے کی شرائط کے ذریعہ نواب کو اپنی فوجی طاقت ختم کر دینا، ریاست کے اندر انگریز فوجی دستوں کو تعینات کرنے کی اجازت دینا اور دربار سے وابستہ برطانوی ریزیڈنٹ کے مشورے کے مطابق کام کرنا تھا۔ مسلح افواج سے محروم نواب اپنی ریاست میں قانونی نظم و نسق بنائے رکھنے کے لیے روز افزوں انگریزوں پر منحصر ہوتا گیا۔ وہ باغی سرداروں اور تعلقہ داروں پر اب کنٹرول کرنے کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

ریزیڈنٹ، گورنر جنرل کے ذریعہ مقرر کیا ہوا نمائندہ ہوتا تھا۔ وہ ایسی ریاست میں رہتا تھا جو راست طور پر برطانوی حکومت کے تحت نہیں آتی تھی۔

دریں اثنا انگریزوں کی اودھ کے علاقے پر قبضہ کرنے میں دلچسپی روز افزوں بڑھتی جا رہی تھی۔ انھیں محسوس ہوتا تھا کہ وہ وہاں کی زمین نیل اور کپاس کی پیداوار کے لیے اچھی ہے۔ یہ علاقہ ایسی جگہ واقع تھا جہاں سے خارجی ہندوستان کے لیے بنیادی بازار کو ارتقا پذیر کیا جا سکتا تھا تاہم 1850 کی دہائی کی ابتدا تک ہندوستان کے تمام اہم علاقے: مراٹھا خطے، دوآب کا علاقہ، کرناٹک، پنجاب اور بنگال فتح کر لیے گئے تھے۔ تقریباً ایک صدی قبل بنگال کی فتح کے ساتھ شروع ہوا علاقائی الحاق کا عمل 1856 میں اودھ پر قبضے کے ساتھ مکمل ہونے کی امید تھی۔

© NCERT not to be republished

2.2 ''جسم سے جان نکل چکی تھی''
(The life was gone out of the body)

لارڈ ڈلہوزی کے ذریعہ کیے گئے الحاق نے تمام علاقوں اور فرماں رواؤں میں بے اطمینانی پیدا کر دی تھی، لیکن اتنا غصہ کہیں اور نہ تھا جتنا شمالی ہند کے دل اودھ میں تھا۔ یہاں نواب واجد علی شاہ کو ناقص انتظام حکومت کے عذر کے ساتھ گدی سے اتار دیا گیا اور کلکتہ جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ برطانوی حکومت نے یہ بھی غلط فرض کر لیا کہ نواب واجد علی شاہ ایک غیر مقبول حکمراں تھے، اس کے برخلاف لوگ ان کو بہت پیار کرتے تھے۔ جب وہ اپنے محبوب وطن لکھنؤ کو چھوڑ کر جا رہے تھے تو بیشتر افراد گریہ و ماتم کے گیت گاتے ہوئے کان پور تک ان کے پیچھے گئے تھے۔

نواب کی جلاوطنی سے نقصان اور رنج و ملال کے اس منظر کو کئی معاصر مشاہدین نے قلم بند کیا ہے۔ ان میں سے ایک نے لکھا تھا ''جسم سے جان نکل چکی تھی اور اس شہر کا جسم بے جان باقی رہ گیا تھا...... وہاں کوئی سڑک یا بازار اور گھر ایسا نہ تھا جس سے جان عالم کی جدائی میں سوہان روح کے ساتھ بلند آواز میں رونے کی آواز نہ آ رہی ہو'' ایک لوک گیت میں ماتم کیا گیا کہ ''انگریز بہادر آئے اور ملک پر قبضہ کر لیا'' (انگریز بہادر آئن، ملک لئے لن ہو)

امدادی معاہدہ
(Subsidiary Alliance)

امدادی معاہدہ لارڈ ویلزلی کے ذریعہ 1798 میں ایجاد کردہ ایک نظام تھا۔ ان تمام لوگوں کو جو یہ معاہدہ انگریزوں کے ساتھ کرتے تھے، چند شرائط قبول کرنی پڑتی تھیں:

(a) انگریز اپنے اتحادی کی طاقت و قوت کی بیرونی و خارجی دھمکیوں سے حفاظت کے لیے ذمہ دار ہوں گے۔

(b) اتحادی کی قلم رو میں ایک انگریز مسلح فوجی نفری تعینات ہوگی۔

(c) اس مسلح فوجی نفری کی نگہداشت کے لیے اتحادی کو وسائل مہیا کرانے ہوں گے۔

(d) اتحادی کسی دیگر حکمراں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کر سکتا یا جنگ میں صرف انگریزوں کی اجازت کے ساتھ ہی مشغول ہو سکتا ہے۔

نقشہ 1
1857 میں انگریزوں کے کنٹرول میں ہندوستان کی قلم رو

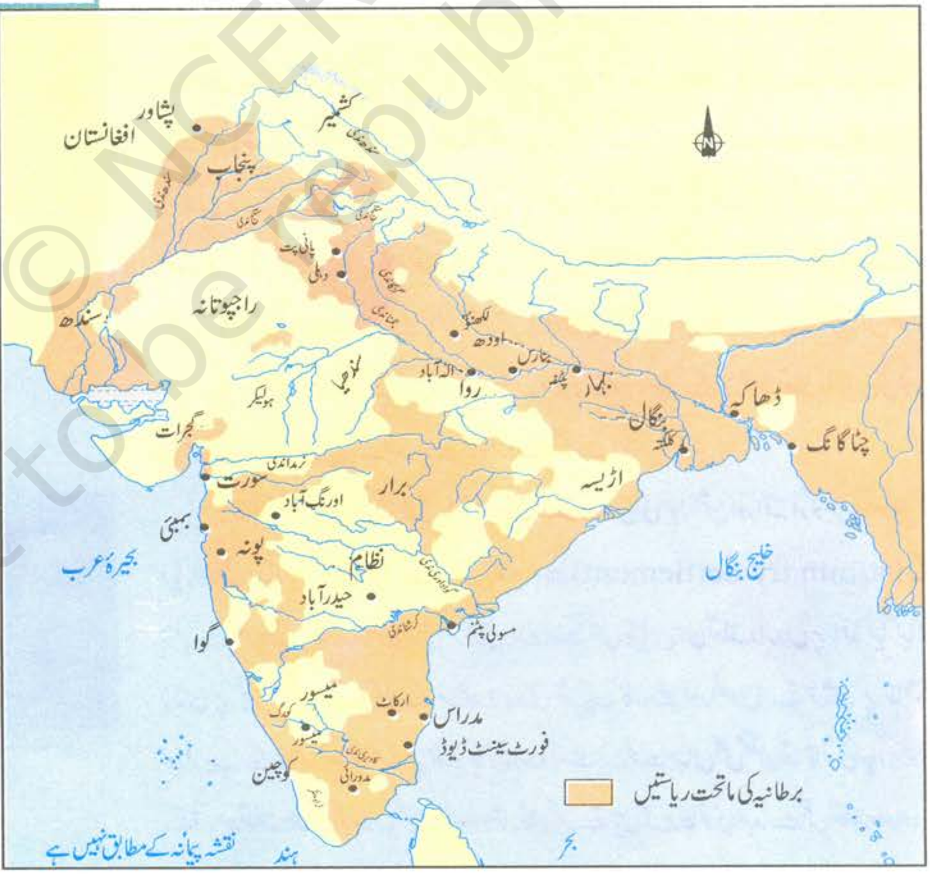

© NCERT not to be republished

یہ جذباتی تغیرعظیم فوری مادی نقصانات کے ذریعہ مزید سخت ہوا تھا۔نواب کے ہٹائے جانے کے سبب دربار اوراس کا تمدن بھی ختم ہوگیا۔اس طرح لوگوں کا ایک کامل سلسلہ — موسیقار، رقاص،شاعر،دست کار،باورچی،خادم،انتظامی اہلکاراور بہت سےلوگوں نے اپنا ذریعہ معاش کھودیا۔

2.3 فرنگی راج اور ایک دنیا کا خاتمہ
(*Firangi raj* and the end of a world)

اودھ میں شکوہ وشکایت کے ایک سلسلے نے شہزادوں،تعلقہ داروں،کسانوں اور سپاہیوں کو آپس میں جوڑ دیا تھا۔وہ ''فرنگی راج'' کے آنے کومختلف معنوں میں اپنی دنیا کے خاتمہ کی شکل میں دیکھنے لگے—وہ چیزیں ٹوٹ رہی تھیں جواُن کے لیے قیمتی تھیں جن کی وہ عزت کرتے اور محبوب رکھتے تھے۔1857 کی بغاوت میں تمام پیچیدہ جذبات اور امور،روایات اور وفاداریاں خودسامنے آرہی تھیں۔دوسری جگہوں کے مقابلے اودھ میں یہ بغاوت غیرملکی نظام کے خلاف عوامی مزاحمت کی علامت بن گئی۔

اودھ کے الحاق سے صرف نواب ہی نہیں بلکہ اس علاقے کے تعلقہ دار بھی بے دخل ہوگئے تھے۔اودھ کے دیہی علاقوں میں تعلقہ داروں کی جاگیریں اور قلعے بکھرے پڑے تھے جو کئی نسلوں سے دیہی علاقوں میں زمین اوراقتدار پر کنٹرول رکھے ہوئے تھے۔انگریزوں کے آنے سے قبل تعلقہ دار باضابطہ مسلح افواج رکھتے تھے،وہ قلعہ جات تعمیر کرتے اور جب تک کہ وہ نواب کی بالادستی کوقبول کرتے رہتے اوراپنے تعلقہ کی مال گزاری ادا کرتے رہتے تب تک خودمختاری کا لطف اٹھاتے رہتے تھے۔چند بڑے تعلقہ داروں کے پاس تو12000 تک پیدل سپاہی ہوتے تھے حتی کہ چھوٹے تعلقہ داروں کے پاس بھی تقریباً200 پیدل سپاہی ہوتے تھے۔انگریز ان تعلقہ داروں کی طاقت کو برداشت کرنے کے خواہش مند نہ تھے۔الحاق کے فوراًبعد تعلقہ داروں کی فوج کوغیر مسلح کردیا گیااوران کے قلعہ جات تباہ کردیے گئے۔

برطانوی زمین مال گزاری پالیسی نے تعلقہ داروں کی پوزیشن اوراقتدار کو مزید کھوکھلا کر دیا۔الحاق کے بعد1856 کے جامع بندوبست (summary settlement) کے نام سے معروف پہلا برطانوی مال گزاری بندوبست اس بنیاد پر ان تعلقہ داروں پر نافذ کیا گیا جو زمین پر غیرمستقل حدبندی کے ساتھ زبردستی شریک کار تھے اورانھوں نے زمین پر طاقت اورفریب کے ساتھ قبضہ قائم کرلیا تھا۔جامع بندوبست کے تحت جہاں بھی ممکن تھا قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ تعلقہ داروں کو ہٹا دیا گیا۔اعدادوشمار ظاہر کرتے ہیں کہ برطانوی عہد سے قبل تعلقہ دار اودھ

ماخذ3

نواب صاحب رخصت ہوچکے
(The Nawab has left)

ایک دوسرے گیت میں حکمراں کی تباہ حالی پر آہ وبکا کی گئی ہے جسے اپنے مادرِوطن کو چھوڑنا پڑا:

شرفا اور کسان سب مل کر رو رہے تھے اور تمام عالم آنسو بہا رہا تھا اور ماتم کر رہا تھا آہ! جان عالم الوداع کہنے پر مجبور ہوگئے اوراپنے ملک سے پردیس چلے گئے۔

اس پورے حصے کو پڑھیے اور مباحثہ کیجیے کہ لوگ واجد علی شاہ کی روانگی سے رنجیدہ کیوں تھے؟

شکل11.5
اودہ کا ایک زمین دار،1880

© NCERT not to be republished

میں کل گاؤں کے 67 فی صد گاؤں پر قبضہ رکھتے تھے۔ جامع بندوبست کے نفاذ کے ذریعہ یہ تعداد کم ہو کر 38 فی صد رہ گئی۔ جنوبی اودھ کے تعلقہ داروں پر سب سے سخت مار پڑی، چند نے تو جن پر پہلے اُن کا قبضہ تھا، آدھے سے زیادہ گاؤں کھو دیے تھے۔

برطانوی زمین مال گزاری افسران کو یقین تھا کہ وہ تعلقہ داروں کو ہٹا کر زمین کو اس کے حقیقی مالک کو بخش دینے کے اہل ہوں گے اور اس طرح کسانوں کے استحصال میں کمی آئے گی۔ اس طرح ریاست کی مال گزاری وصولی میں اضافہ ہوا لیکن کسانوں سے مال گزاری مطالبہ کے بوجھ میں کمی نہیں آئی۔ افسران کو جلد ہی پتہ چل گیا کہ اودھ کے وسیع علاقے کا تخمینہ حقیقتاً کافی بڑھا چڑھا کر کیا گیا تھا۔ بعض علاقوں میں مال گزاری مطالبہ میں 30 سے 70 فی صد اضافہ ہو گیا تھا۔ اس طرح نہ تو تعلقہ داروں کے اور نہ ہی کسانوں کے پاس اس الحاق پر خوش ہونے کے اسباب باقی رہے۔

تعلقہ داروں کی بے دخلی کا مطلب ایک پورے سماجی نظام کا ٹوٹ جانا تھا۔ وفاداری اور سرپرستی کے جن رشتوں سے کسان تعلقہ داروں کے ساتھ بندھے تھے وہ درہم برہم ہو گیا۔ برطانوی عہد سے قبل تعلقہ دار ہی ظالم تھے لیکن بہت سے ان میں رحم دل سرپرست کی شبیہہ بھی رکھتے تھے۔ وہ بقایا جات کی مختلف شکلوں میں کسانوں سے رقم تو وصول کرتے تھے لیکن اکثر وقت پڑنے پر کسانوں کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔ اب انگریزوں کے تحت کسانوں سے لگان کا تخمینہ بڑھا چڑھا کر کرنے اور وصولیابی کے بے لچک طریقے راست طور پر ظاہر ہونے لگے تھے۔ اب اس باب کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ مشکل حالات میں یا فصل خراب ہونے کی صورت میں ریاست کا مال گزاری مطالبہ کم ہو جائے گا یا وصولیابی ملتوی کر دی جائے گی یا یہ کہ کسانوں کو تیوہاروں کے موقع پر قرض اور مدد مل پائے گی جو کہ پہلے تعلقہ دار مہیا کر دیا کرتے تھے۔

ان جگہوں میں جیسے اودھ جہاں 1857 میں مزاحمت بہت ہی زیادہ اور دیر تک رہی، لڑائی تعلق داروں اور ان کے کسانوں کے ذریعہ چلائی جا رہی تھی ان میں بہت سارے تعلق دار اودھ کے نواب کے وفادار تھے اور وہ بیگم حضرت محل کے ساتھ لکھنؤ میں انگریزوں سے لڑے۔ کچھ انؑ کی ہار تک ان کے ساتھ رہے۔

کسانوں کی شکایتیں فوجی بیرکوں میں پہنچنے لگی تھیں کیونکہ سپاہیوں کی اکثریت اودھ کے گاؤں سے ہی بھرتی کی گئی تھی۔ کئی دہائیوں سے سپاہی کم تنخواہ اور چھٹی حاصل کرنے کے سلسلے

ماخذ 4

تعلقہ دار کیا سوچتے تھے
(What *taluqdars* thought)

تعلقہ داروں کے رویہ کو رائے بریلی کے نزدیک واقع کلا کنکر کے راجہ ہنونت سنگھ نے بے حد عمدہ ڈھنگ سے ظاہر کیا۔ بغاوت کے دوران ہنونت سنگھ نے ایک انگریز افسر کو پناہ دی تھی اور محفوظ مقام تک پہنچایا تھا۔ افسر کو رخصت کرتے وقت ہنونت سنگھ نے اس سے کہا تھا:

> صاحب آپ کے ملک کے لوگ اس ملک میں آئے اور ہمارے راجاؤں کو دھکیل دیا۔ آپ اپنے افسران کو بھیج کر ضلعوں میں جاگیروں کی حق ملکیت کا معائنہ کراتے ہیں۔ ایک ہی جھٹکے میں آپ نے مجھ سے میری زمین چھین لی جو میرے خاندان کی قدیم عہد سے تھی۔ میں نے اطاعت اختیار کر لی۔ اچانک آپ کی بدقسمتی شروع ہو گئی۔ اس زمین کے لوگ آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے، تب آپ میرے پاس آئے جس کو آپ نے محروم کر دیا تھا، میں نے آپ کو بچایا، لیکن اب — اب میں اپنے خادموں کو لے کر لکھنؤ جا رہا ہوں تا کہ آپ کو ملک سے باہر نکالنے کی کوشش کروں۔

یہ اقتباس تعلقہ داروں کے رویہ کے بارے میں آپ کو کیا بتاتا ہے؟ اس زمین کے لوگوں سے ہنونت سنگھ کا کیا مطلب تھا؟
ہنونت سنگھ نے لوگوں کے غصہ کی کیا وجہ بیان کی؟

© NCERT
not to be republished

میں پریشانی کی شکایت کررہے تھے۔1850 کی دہائی تک آتے آتے ان کی بے اطمینانی کی دیگر وجوہات بھی پیدا ہوگئیں۔

1857 کی بغاوت سے پہلے ہی سپاہیوں کے اپنے اعلیٰ سفید افسران کے ساتھ رشتے معنی خیز انداز میں تبدیل ہوچکے تھے۔1820 کی دہائی میں سفید افسران سپاہیوں کے ساتھ ایک خاص حد تک دوستانہ رشتے بناتے تھے، وہ ان کی موج مستی کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے، ان کے ساتھ کشتی لڑتے، تلوار بازی کرتے اور شکار پر جاتے تھے۔ان میں سے بہت سے انگریز روانی سے ہندوستانی بولتے اور ملک کے رسم ورواج اور تمدن سے خوب واقف تھے۔یہ افسران سخت گیر اور پدرانہ شفقت دونوں رکھتے تھے۔

1840 کی دہائی میں یہ تبدیلی آنا شروع ہوئی۔افسران کے اندر برتری کا ایک شعور پیدا ہوا اور سپاہیوں کو کم تر نسل کا مانتے ہوئے ان سے نازیبا سلوک کرنے لگے، ان کے احساسات پر تکبر سوار تھا۔دشنام طرازی اور جسمانی تشدد عام بات ہوگئی چنانچہ سپاہیوں اور افسران کے درمیان فاصلہ بڑھ گیا۔اعتماد کی جگہ شک وشبہات نے لے لی۔ چکنائی چڑھے کارتوسوں کا واقعہ اس کی نمایاں مثال ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ شمالی ہند کے دیہی علاقوں اور سپاہیوں کے درمیان ایک گہرا رابطہ موجود تھا۔بنگالی فوج کے سپاہیوں کی اکثریت اودھ کے گاؤں اور مشرقی اتر پردیش سے بھرتی کی گئی تھی۔اُن میں بہت سے افراد برہمن یا ''اعلیٰ ذات'' سے تعلق رکھتے تھے۔فی الحقیقت اودھ کو''بنگال فوج کی پرورش گاہ'' کہا جاتا تھا۔سپاہیوں کے خاندان اپنے اردگرد جن تبدیلیوں کو دیکھ رہے تھے اور جو خطرے محسوس کررہے تھے وہ جلد ہی سپاہی بیرکوں میں منتقل ہوگئے۔اسی طرح نئے کارتوسوں کے متعلق سپاہیوں کا خوف، تعطیلات کے متعلق ان کی شکایتیں اور سفید افسران کی طرف سے نسلی دشنام طرازی کی خبریں گاؤں میں بھی پہنچنے لگیں۔سپاہیوں اور دیہی دنیا کے درمیان اس رابطے کے بغاوت کے طریق پر اہم اثرات مرتب ہوئے۔جب سپاہی اپنے اعلیٰ افسران کی اعلانیہ نافرمانی کرتے تھے اور ہتھیار اٹھاتے تھے تو فوراً ہی گاؤں میں اُن کے ہم پیشہ لوگ ان کے ساتھ جڑ جاتے تھے۔ ہر جگہ کسان ہجوم کی شکل میں شہروں میں پہنچ کر اور سپاہیوں نیز شہر کے عام لوگوں کے ساتھ متحد ہوکر بغاوت کے مجموعی عمل میں شامل ہورہے تھے۔

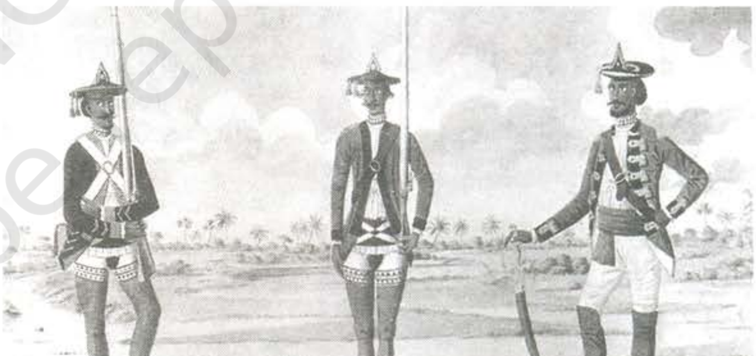

شکل 11.7
یوروپی طرز کی وردی پہنے بنگال کے سپاہی

بحث کیجیے

معلوم کیجیے کہ کیا آپ کی ریاست کے لوگوں نے 1857 کی بغاوت میں حصہ لیا تھا یا نہیں؟ اگر لیا تھا تو معلوم کیجیے کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اگر نہیں تو اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کیجیے۔

© NCERT not to be republished

3. باغی کیا چاہتے تھے؟
(What the Rebels Wanted?)

بحیثیت فاتح انگریزوں نے اپنی تکالیف ومصائب، اور اس کے ساتھ ہی اپنی جاں بازی کے واقعات قلم بند کیے۔ انھوں نے باغیوں کو ایک احسان فراموشوں اور وحشیوں کا گروہ سمجھ کر خارج کردیا۔ باغیوں کے استیصال کا مطلب یہ تھا کہ ان کی آواز کو خاموش کردیا جائے۔ چند باغیوں کو ہی ان واقعات کے متعلق اپنا بیان قلم بند کرانے کا موقع ملا تاہم باغیوں میں زیادہ تر سپاہی اور عام لوگ تھے جو خواندہ یعنی پڑھے لکھے نہ تھے۔ اس طرح اپنے خیالات کا پروپیگنڈہ کرنے کے لیے اورلوگوں کو مائل کرکے بغاوت میں شامل ہونے کے لیے جاری کیے گئے بعض اعلانات اوراشتہارات کے علاوہ ہمارے پاس بہت زیادہ مواد نہیں ہے جس کی روشنی میں باغیوں کے تناظر کو سمجھا جاسکے۔ چنانچہ 1857 میں کیا ہورہا تھا اسے ازسرنو تحریر کرنے کی کوششوں میں ناگزیر طور پر انگریزوں کی لکھی تحریروں پر منحصر ہونا پڑتا ہے۔ اگرچہ یہ ماخذات افسران کی ذہنیت کو ظاہر کرتے ہیں اور باغی کیا چاہتے تھے اس کے متعلق ہمیں بہت کم بتاتے ہیں۔

3.1 اتحاد کی مدبرانہ بصیرت (The vision of unity)

1857 میں باغیوں کے اعلان میں آبادی کے سبھی طبقوں سے بلالحاظ ذات ومذہب بار بار اپیل کی جاتی تھی۔ بہت سے اعلان مسلم شہزادوں کی طرف سے یا ان کے نام سے جاری کیے گئے تھے بلکہ یہاں تک کہ ان کے تخاطب میں ہندوؤں کے جذبات کا خیال رکھا گیا تھا۔ بغاوت کو ایک ایسی جنگ کے طور پر دیکھا گیا جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا نقصان یا نفع برابر تھا۔ اشتہارات میں برطانوی عہد سے قبل کے ماضی پر توجہ دینے اور مغل سلطنت کے تحت مختلف قوموں کی بقائے باہمی کے ساتھ رہنے کی مدح سرائی کی جاتی تھی۔ بہادر شاہ ظفر کے نام کے تحت جو اعلان جاری کیا گیا تھا اس میں حضرت محمدؐ اور مہاویر دونوں کے معیار کے تحت لوگوں سے لڑائی میں شامل ہونے کی اپیل کی گئی تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ شورش کے دوران ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرق پیدا کرنے کی انگریزوں کی کوششوں کے باوجود شاید ہی کوئی مذہبی فرق دکھائی دیا ہو۔ مغربی اتر پردیش میں بریلی میں انگریزوں نے 1857 میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لیے 50 ہزار روپیے خرچ کیے تھے۔ ان کی یہ کوشش ناکام رہی۔

ماخذ 5

اعظم گڑھ اعلامیہ، 25 اگست 1857
(The Azamgarh Proclamation, 25 August 1857)

باغی کیا چاہتے تھے، اس کے متعلق ہماری معلومات کا یہ ایک اہم ماخذ ہے:

یہ سب جانتے ہیں کہ اس زمانے میں ہندوستان کے لوگ، ہندو اور مسلمان دونوں، ملحد و بے دین اور دغاباز انگریزوں کی ظلم وتعدی اور جابرانہ حکومت کے تحت تباہ وبرباد ہیں لہٰذا ملک کے سبھی مالدار لوگوں خاص طور پر وہ لوگ جو کسی بھی طرح سے مسلم شاہی خاندان سے رشتہ رکھتے ہیں اور جن لوگوں کو روحانی رہنما اور آقا سمجھا جاتا ہے اُن کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اور ملکیت کو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خطرے میں ڈال دیں......

اپنے مذہب کے تحفظ کے لیے طویل عمر سے اپنے گھروں کو چھوڑ چکے اور ہندوستان سے انگریزوں کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے اپنی بہترین کوشش کرنے والے بہت سے ہندو اور مسلمان سرداران بذات خود میرے سامنے پیش ہوئے اور ہندوستانی صلیبی جنگ (مذہبی جنگ) کے میدان میں حصہ لیا اور مجھے پوری امید ہے کہ جلد ہی مغرب سے بھی مدد ملے گی لہٰذا عوام کی اطلاع کے لیے موجودہ اشتہار کئی حصوں پر مشتمل جاری کیا جارہا ہے اور یہ سب کی نہایت اہم ذمہ داری ہے کہ اس پر بااحتیاط غور کریں اور اس پر پابند عمل ہوں۔ اس مشترکہ مقصد میں جو متفکر و مضطرب پارٹیاں حصہ لینا چاہتی ہیں لیکن جن کے پاس خود کے لیے مہیا کرنے کے وسائل نہیں ہیں، ان کو میری طرف سے اپنا روزانہ کا معاش قبول کرنا ہوگا اور یہ سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہندو اور مسلم دونوں کی پرانی کتابوں میں معجزاتی کام کرنے والوں کی تحریروں میں اور نجومیوں و پنڈتوں کی پیشین گوئیوں میں......سب حتمی طور پر متفق ہیں کہ ہندوستان میں یا کہیں بھی اب انگریزوں کے قدم زیادہ دن تک نہیں ٹک پائیں گے۔ لہٰذا یہ سب لوگوں کا فرض ہے کہ وہ انگریزوں کی حکمرانی کے مسلسل بنے رہنے کی امید چھوڑ دیں اور میرا ساتھ دیں اور مشترکہ اچھائی کو تقویت دینے میں اپنی انفرادی محنت و کوشش سے بادشاہی یا شاہی حکومت کے پاس ولحاظ کے مستحق بنیں اور اس طرح سے اپنے جداگانہ مقصد حاصل کریں۔ وگرنہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے پھسل گیا تو ہمیں اپنی بے عقلی پر پشیمان ہونا پڑے گا......

شق I ''زمین داروں کی بابت''— یہ ظاہر ہے کہ زمین داری بندوبست طے کرنے میں انگریزی حکومت نے بے حساب ''جمع'' (مال گزاری مطالبہ) عائد کردیا ہے اور بہت سے زمین داروں کو بے عزت اور تباہ و برباد کردیا ہے۔ لگان کے بقایاجات کی وصولی کے لیے ان کی جاگیریں عوامی طور پر نیلام کردی گئی ہیں۔ انتہا تو یہ ہے کہ ایک رعیت یا خادمہ یا غلام کے ذریعہ کیے گئے قانونی مقدمے پر بھی باعزت زمین داروں کو عدالت میں طلب کیا جارہا ہے، گرفتار کیا جارہا ہے، قید میں ڈالا جارہا ہے اور بے عزت کیا جارہا ہے۔ زمین داروں کی بابت مقدمے بازی میں اسٹامپ کی بے انتہا قیمت اور دیوانی عدالت کے دیگر غیرضروری اخراجات......ان سب کا تخمینہ فریق مقدمہ کو نادارادا کرتا ہے۔ مزید برآں زمین داروں کے خزانے سے اسکولوں، اسپتالوں، سڑکوں وغیرہ کے لیے چندہ کے نام پر ہر سال ٹیکس لیے جارہے ہیں۔ اس طرح کے استحصال بالجبر کا بادشاہی حکومت میں کوئی وجود نہیں ہوگا، لیکن اس کے برخلاف شاہی حکومت میں ''جمع'' کمتر رہے گی۔ زمین داروں کا وقار اور عزت محفوظ ہوگی اور ہر زمین دار اپنی زمین داری میں خود مختارانہ حکومت کرے گا......

شق II ''تاجروں کی بابت''— یہ بات صاف ہے کہ اس بے دین و ملحد اور دغاباز برطانوی حکومت نے تمام عمدہ اور قیمتی تجارتی اشیا جیسے نیل، کپڑے اور دیگر جہازی مال یعنی جہاز پر بار کیے جانے والے مال کی تجارت پر اجارہ داری قائم کرلی ہے۔ لوگوں کے لیے اب صرف ادنیٰ اشیا کی تجارت ہی چھوڑی ہے......مزید برآں ڈاک خرچ، چنگی اور اسکول کے لیے چندہ وغیرہ کے نام پر رقم تاجروں کے منافع سے ٹیکس کی شکل میں لے لیتے ہیں۔ ان تمام رعاتیوں کے باوجود مہمل لوگوں کی شکایت پر یا مقدمہ کی صورت میں تاجروں کو قانوناً ذمہ دار مانتے ہوئے گرفتار اور ذلیل کرتے ہیں۔ جب بادشاہی حکومت بنے گی تو مندرجہ بالا تمام دھوکے بازی کی مشق ترک کردی جائے گی۔ خشکی اور پانی کے راستے ہونے والی ہر چیز کی تجارت کسی استثنا کے بغیر ہندوستان کے دیسی تاجروں کے لیے کھول دی جائے گی......چنانچہ یہ ہر تاجر کی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑائی میں حصہ لے اور بادشاہی حکومت کی اپنے آدمیوں اور اپنی دولت کے ساتھ مدد کرے......

شق III ''سرکاری ملازمین کی بابت'' — اب یہ راز کی بات نہیں ہے کہ برطانوی سرکار کے تحت انتظامی اور فوجی خدمات میں ملازمت کرنے والے دیسی (ہندوستانی) لوگوں کی بہت کم عزت ہے، ان کی تنخواہ کم ہے اور ان کے پاس اثر و رسوخ کے طریقے نہیں ہیں۔ دونوں شعبوں میں بلند درجہ اور منافع کے سارے عہدے پوری طرح سے انگریزوں کو عطا کیے جاتے ہیں...... لہٰذا انگریزوں کی خدمت کرنے والے تمام ہندوستانیوں کو اپنے مذہب اور مفاد کا احساس زندہ رکھنا لازم ہے اور انگریزوں کے تئیں اپنی وفاداری سے دست بردار ہو کر بادشاہی حکومت کا ساتھ دینا چاہیے اور انھیں فی الحال 200 اور 300 روپے فی ماہ تنخواہ حاصل ہوگی اور مستقبل میں اعلیٰ عہدوں کے مستحق ہوں گے......

شق IV — ''دست کاروں کی بابت'' — یہ ظاہر ہے کہ یوروپی لوگوں کے ذریعہ ہندوستان میں برطانوی اشیا کے متعارف ہونے کے بعد بنکروں، سوتی کپڑے بنانے والوں، بڑھئی، لوہاروں اور جوتا سازوں وغیرہ کو بے روزگار کر دیا گیا ہے، ان کے پیشوں پر قبضہ جما لیا گیا ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے دیسی دست کار بھکاری کی حالت میں پہنچ گئے ہیں، لیکن بادشاہی حکومت کے تحت دیسی دست کاروں کو بادشاہوں، راجاؤں اور دولت مند لوگوں کی خدمت میں بلا شرکت غیرے روزگار دیا جائے گا اور اس سے بلا شبہ ان میں یقینی خوش حالی آئے گی لہٰذا ان کاریگروں کو انگریزوں کی خدمت سے دست بردار ہونا چاہیے......

شق V — ''پنڈتوں، فقرا اور دیگر ذی علم افراد کی بابت'' — پنڈت اور فقرا حسب ترتیب ہندو اور مسلمان مذاہب کے سرپرست ہیں اور یوروپین دونوں مذاہب کے دشمن ہیں۔ چونکہ فی الحال مذہب کے واسطے ہی انگریزوں کے خلاف شدت سے جنگ جاری ہے لہٰذا پنڈتوں اور فقرا کا فرض ہے کہ خود کو میرے سامنے پیش کریں اور اس مقدس جنگ (جہاد) میں اپنی حصہ داری نبھائیں۔

اس اعلان میں برطانوی حکومت کے خلاف کون سے مسئلے اجاگر کیے گئے ہیں؟ ہر سماجی گروپ کے متعلق حصوں کو غور سے پڑھیے۔ اعلان کی زبان کی ضابطہ سازی پر دھیان دیجیے اور غور کیجیے کہ یہ اعلان کون سے مختلف النوع جذبات کو اپیل کر رہا ہے۔

ماخذ 6

سپاہی کیا سوچتے تھے؟ (What the sepoys thought?)

یہ باغی سپاہیوں کی عرضی میں سے ایک عرضی ہے جو ضائع ہونے سے باقی رہ گئی:

ایک صدی قبل انگریز ہندوستان میں وارد ہوئے اور بتدریج اپنی ملازمت میں فوجی نفریاں قائم کرنے لگے اور ہر ریاست کے آقا بن گئے۔ ہمارے اجداد نے ہمیشہ ان کی خدمت کی اور ہم بھی ان کی خدمت میں داخل ہو گئے...... خدا کی مہربانی سے اور ہماری مدد سے انگریزوں نے جس کو پسند کیا وہ مقام فتح کر لیا۔ اس کے لیے ہم میں سے ہزاروں ہندوستانی جوانوں کو قربانی دینی پڑی، لیکن ہم نے کبھی نہ کوئی معذرت کی یا بہانہ بنایا اور نہ ہی کبھی بغاوت کی......

لیکن 1857 میں انگریزوں نے یہ حکم جاری کیا کہ نئے کارتوس اور بندوقیں جو انگلینڈ سے یہاں پہنچی تھیں ہمیں دی جائیں گی۔ ان میں سے پہلی چیز یعنی کارتوسوں میں گائے اور سور کی چربی ملی ہوئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ گیہوں کے آٹے میں ہڈیوں کا پاؤڈر ملا کر کھلایا جا رہا تھا حتیٰ کہ یہ اشیا ہر ایک پیدل فوج، گھوڑ سوار اور توپ خانہ رجمنٹ میں تقسیم کر دی گئیں......

انھوں نے یہ کارتوس تھرڈ لائٹ کیویلری کے سواروں (گھوڑ سوار فوجی) کو دیے اور انھیں ان کارتوسوں کو دانت سے کاٹنے کا حکم دیا۔ فوجیوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ کبھی بھی ان کو دانتوں سے نہیں کاٹیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کا مذہب اور عقیدہ تباہ ہو جائے گا...... اس

پر انگریز افسروں نے تین رجمنٹوں کے جوانوں کی پریڈ کرادی۔ 1400 انگریز فوجی اور یوروپین کی دیگر بٹالین کے فوجی اور گولا انداز گھوڑسواروں نے ان کو گھیر لیا۔ ہر پیدل رجمنٹ کے سامنے چھ توپیں رکھ دی گئیں۔ یہ توپیں چھرّوں سے بھری ہوئی تھیں اور 84 نئے فوجیوں کو گرفتار کرلیا گیا اور ان کو لوہے کی بیڑیوں میں ڈال کر جیل میں ڈال دیا گیا...... چھاؤنی کے سواروں کو اس وجہ سے جیل میں ڈال دیا گیا تھا تاکہ ہم خائف ہوکر نئے کارتوسوں کو دانتوں سے کاٹنے لگیں۔ اس واسطے ہم اور ہمارے ملک کے لوگ ایک ساتھ متحد ہوکر اپنے مذہب کے تحفظ کے لیے انگریزوں سے جنگ کریں۔ ہمیں دوسال تک جنگ جاری رکھنے کے لیے مجبور کیا گیا۔ مذہب اور عقیدے کے سوال پر جو راجہ اور سردار ہمارے ساتھ تھے وہ ابھی تک ہمارے ساتھ ہیں اور تمام قسم کی تکالیف برداشت کی ہیں۔ ہم دوسال تک اس لیے لڑے تھے تاکہ ہمارا عقیدہ اور مذہب پراگندہ نہ ہو۔ اگر ایک ہندو یا مسلمان کا مذہب ضائع ہوگیا تو دنیا میں کیا باقی رہے گا؟

اس عرضی میں جو اسباب فوجی بغاوت کے لیے بیان کیے گئے ہیں ان کا موازنہ تعلقہ دار (ماخذ 3) کے ذریعہ بیان کیے گئے اسباب کے ساتھ کیجیے۔

3.2 ظلم وتعدی کی علامات کے خلاف
(Against the symbols of oppression)

ان اعلانات میں برطانوی حکومت (یا جسے باغی ''فرنگی راج'' کہتے تھے) سے وابستہ ہر چیز کو پوری طرح مسترد کردیا۔ انگریزوں کے ذریعہ کیے گئے ریاستوں کے الحاق کے لیے اور معاہدوں کو توڑنے کے لیے باغیوں نے انگریزوں کی ملامت کی۔ باغی لیڈروں کا کہنا تھا کہ انگریزوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

لوگوں کو اس بات پر غصہ تھا کہ کس طرح زمین مال گزاری تصفیوں نے چھوٹے اور بڑے دونوں طرح کے زمین مالکان کو بے دخل کردیا تھا اور غیرملکی کاروبار نے دست کاروں اور بنکروں کو تباہی و بربادی کے غار میں دھکیل دیا تھا۔ برطانوی حکومت کے ہر پہلو پر حملہ کیا جاتا تھا۔ فرنگیوں پر طرز زندگی کو تباہ کرنے کا الزام لگایا جاتا تھا جس سے وہ مانوس تھے اور جسے عزیز رکھتے تھے۔ باغی اپنی اس دنیا کی بحالی چاہتے تھے۔

یہ اعلانات ہندوؤں اور مسلمانوں کی ذات اور مذہب کو تباہ و برباد کرنے اور انھیں عیسائی بنانے کے عام خوف کو ظاہر کرتے تھے۔ یہ خوف اس زمانے میں گشت کرنے والی بہت سی افواہوں میں یقین کا نتیجہ تھا۔ لوگوں سے اصرار تھا کہ وہ مجتمع ہوجائیں اور اپنی طرز زندگی، مذہب، عزت اور شناخت کو بچانے کے لیے لڑیں۔ یہ جنگ ''وسیع عوامی بھلائی'' کی لڑائی تھی۔

بہت سے مقامات پر انگریزوں کے خلاف بغاوت ان تمام لوگوں پر حملے کی وسیع صورت اختیار کرلیتی تھی جو انگریزوں کے اتحادی یا مقامی طور پر ظالم کی شکل میں دیکھے جاتے تھے، اکثر باغی

شہر کے چند طبقے کو قصداً ذلیل کرنے کا موقع حاصل کر لیتے تھے۔ گاؤں میں انھوں نے مہاجنوں کے بہی کھاتوں کو جلایا اور ان کے گھروں کو تاخت وتاراج کر دیا۔ یہ کوشش اس بات کی مظہر تھی کہ باغی روایتی نظام مراتب کو ختم کر دینا چاہتے تھے، باغی تمام ظالموں کے خلاف تھے۔ یہ کوشش ایک متبادل تصویر کی جھلک پیش کرتی ہے شاید اس میں ایک سے زیادہ مساوات میں یقین رکھنے والے سماج کی تصویر نظر آتی ہے۔ اس طرح کی تصویر اعلانات میں واضح طور پر دکھائی نہیں دیتی جن میں ''فرنگی راج'' کے خلاف تمام سماجی گروہوں کو متحد کرنا مطلوب تھا۔

3.3 متبادل سیاسی اقتدار کی تلاش
(The search for alternative power)

ایک دفعہ برطانوی حکومت گر گئی تو باغیوں نے دہلی، لکھنؤ اور کان پور جیسے مقامات پر ایک طرح کے اقتدار کے ڈھانچے اور نظم ونسق کو قائم کرنے کی کوشش کی۔ بے شک یہ نظم ونسق ناپائیدار تھا لیکن یہ کوشش ظاہر کرتی ہے کہ باغی قیادت اٹھارھویں صدی کی انگریزوں سے قبل کی دنیا بحال کرنا چاہتی تھی اس لیے لیڈران نے ماضی کے درباری تمدن کی طرف رخ کیا۔ مختلف عہدوں پر تقرریاں کی گئیں۔ زمین مال گزاری کی وصولیابی اور فوجیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے انتظامات کیے گئے۔ لوٹ مار اور غارت گری روکنے کے احکامات جاری کیے گئے۔ اس کے ساتھ ہی انگریزوں کے خلاف لڑائی جاری رکھنے کے منصوبے بھی تیار کیے گئے۔ فوج میں کمان کی زنجیر یا سلسلہ قائم کیا گیا۔ ان تمام کوششوں میں باغی اٹھارھویں صدی کی مغل دنیا کی طرف پیچھے جا رہے تھے جو ایک ایسی دنیا تھی جو تمام چیزوں کا مظہر بن گئی تھی جس کو وہ کھو چکے تھے۔

باغیوں کے ذریعہ قائم انتظامی ڈھانچوں کا بنیادی مقصد جنگ کی ضروریات کو پورا کرنا تھا تاہم زیادہ تر معاملات میں یہ ڈھانچے انگریزوں کے کشت وخون کی کارروائی میں زندہ نہیں رہ سکتے تھے، لیکن اودھ میں جہاں انگریزوں کے خلاف مزاحمت کافی طویل ہوگئی وہاں لکھنؤ کے دربار میں جوابی حملے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور 1857 کے آخری مہینوں اور 1858 کے ابتدائی حصے میں افسر شاہی نظام (درجہ بندی پر مبنی) قائم کیا گیا تھا۔

بحث کیجیے

آپ کے خیال میں، باغیوں کے نقطۂ نظر کو از سرِ نو تعمیر کرنے میں مؤرخین کو کون سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

4. انسداد (REPRESSION)

1857 سے متعلق ہمارے پاس جتنی بھی روداد یں ہیں ان تمام سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انگریزوں کے لیے بغاوت کو دبانا آسان ثابت نہیں ہوا۔

شمالی ہند کو از سرِ نو تسخیر کرنے کے لیے فوجی دستوں کو روانہ کرنے سے قبل انگریزوں نے

© NCERT not to be republished

بغاوت کو فرو کرنے کے لیے فوجیوں کی مدد کے واسطے قوانین کا مربوط سلسلہ منظور کیا۔ مئی اور جون 1857 میں منظور کیے گئے متعدد ضابطہ قوانین (acts) کے ذریعہ نہ صرف پورے شمالی ہند ... میں مارشل لا لگا دیا گیا بلکہ فوجی افسران اور یہاں تک کہ عام انگریزوں کو بھی ان ہندو... ں کو جن پر بغاوت کرنے کا شبہہ تھا سزا دینے کا اختیار دے دیا گیا۔ بالفاظ دیگر قانون اور مقدمہ کا عمل موقوف کر دیا گیا اور یہ سعی کی گئی تھی کہ بغاوت کی صرف ایک ہی سزا ہو سکتی تھی۔ موت۔

ان نئے مخصوص قوانین اور برطانیہ سے منگائی گئی امدادی فوج سے لیس انگریزوں نے بغاوت کو کچلنے کا کام شروع کر دیا۔ باغیوں کی طرح وہ بھی دہلی کی علامتی اہمیت کو تسلیم کرتے تھے لہٰذا انگریزوں نے دو طرفہ حملہ کیا۔ دہلی کو فتح کرنے کے لیے ایک فوج نے کلکتہ سے تو دوسری نے پنجاب کی طرف سے شمالی ہندوستان کی طرف کوچ کیا جو بڑے پیمانے پر پُرامن تھا۔ انگریزوں کی دہلی کو از سرِ نو فتح کرنے کی جو 1857 کی ابتدا میں سنجیدہ کوششیں شروع ہوئیں، آخرکار ستمبر کے اواخر میں شہر پر قبضہ کیا جا سکا۔ دونوں طرف سے زبردست جنگ اور نقصان ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ واقعتاً پورے شمالی ہند سے باغی دارالخلافہ کی حفاظت کرنے کے لیے دہلی میں آ گئے تھے۔

ماخذ 7

باغی اہل دیہات
(Villagers as rebels)

اودھ کے دیہی علاقے سے ایک افسر نے لکھا تھا:

اودھ کے لوگ شمالی ہند سے خبر رسانی کے رابطوں کو دبانے کے لیے بتدریج شدید دباؤ بنا رہے ہیں...... اودھ کے لوگ دیہاتی ہیں...... ان گاؤں کے لوگوں کو یوروپین نزدیک سے چھو بھی نہیں سکتے۔ وہ لوگ ان کے سامنے ایک دم بکھر جاتے ہیں اور پھر مجتمع ہو جاتے ہیں۔ انتظامی عہدے داران نے ان گاؤں والوں کے متعلق اطلاع دی ہے کہ ان کی تعداد مع بندوقوں کے بہت زیادہ ہے۔

اس بیان کے مطابق گاؤں والوں کے خلاف کارروائی کرنے میں انگریزوں کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

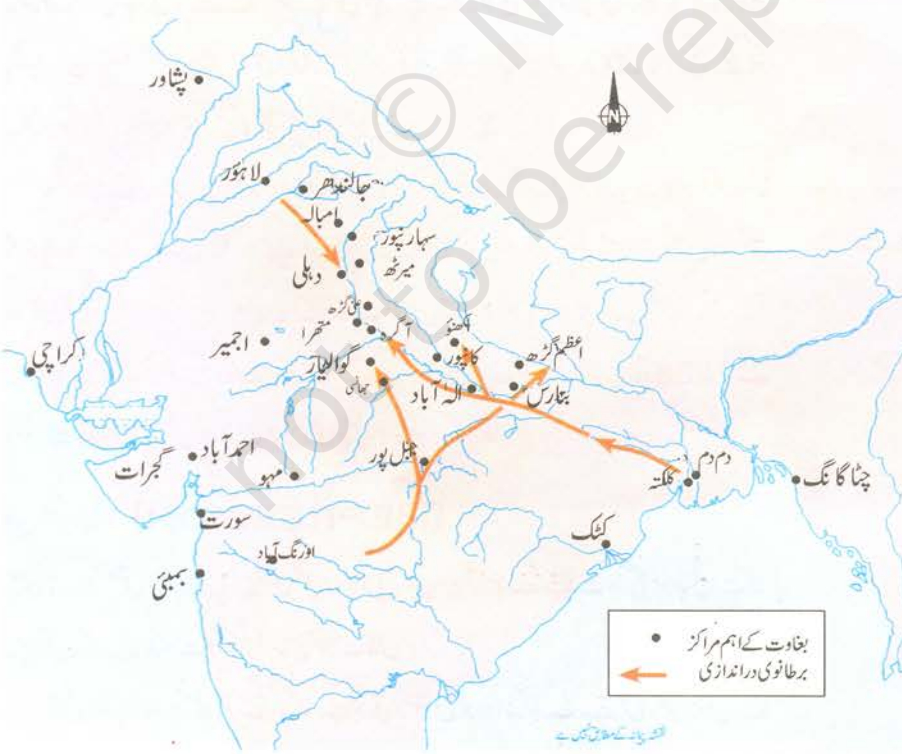

نقشہ 2
نقشے میں بغاوت کے اہم مراکز دکھائے گئے ہیں اور باغیوں کے خلاف انگریزوں کے حملے کے راستوں کو بھی دکھایا گیا ہے۔

شکل 11.8
دھلی کی پہاڑیوں پر واقع ایک جامع مسجد،فیلس بی ریتو کے ذریعہ لیا گیا فوٹو گراف 58-1857۔ 1857 کے بعد برطانوی فوٹوگرافروں نے غارت گری اور مسماری کی لاتعداد تصاویر کھینچی تھیں۔

گنگا کے میدان میں بھی انگریزوں کی از سرنو فتح کا سلسلہ مدھم رہا۔ فوجوں کو ایک گاؤں کے بعد دوسرے گاؤں کو فتح کرنا تھا۔ دیہات اور اس کے اطراف کے لوگ پوری طرح دشمن تھے۔ جوں ہی انھوں نے اپنی بغاوت مخالف کارروائی شروع کی انگریزوں کو اندازہ ہو گیا کہ ان کا واسطہ صرف فوجی بغاوت سے ہی نہیں ہے بلکہ اس شورش سے ہے جس کو زبردست عوامی حمایت حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اودھ میں فارسیتھ (Forsyth) نامی انگریز افسر کا اندازہ تھا کہ تین چوتھائی بالغ مرد آبادی بغاوت میں شامل تھی۔ یہ علاقہ طویل لڑائی کے بعد 1858 میں انگریزوں کے کنٹرول میں آیا۔

انگریزوں نے بہت بڑے پیمانے پر فوجی طاقت کا استعمال کیا تھا۔ لیکن صرف یہ ہی ایک آلہ نہیں تھا جس کا انھوں نے استعمال کیا ہو۔ موجودہ اتر پردیش کے بڑے حصے میں زمین مالکان اور کسانوں نے مل کر انگریزوں سے متحدہ مزاحمت کی۔ انگریزوں نے اس اتحاد کو توڑنے کی کوشش میں بڑے زمین مالکان سے وعدہ کیا کہ ان کی جاگیریں واپس کردی جائیں گی۔ باغی زمین مالکان کو ان کی زمینوں سے بے دخل کر دیا گیا اور وفادار زمین مالکان کو انعامات دیے گئے۔ بہت سے زمین مالکان انگریزوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے یا وہ بھاگ کر نیپال چلے گئے جہاں وہ بیماری یا فاقہ زدگی سے مر گئے۔

شکل 11.9
فیلس بی ریتو کے ذریعہ لیا گیا فوٹو گراف 1858
یہاں ہمیں ایک زمانے میں نواب واجد علی شاہ کے ذریعہ تعمیر کیے گئے عشرت باغ کے مسمار کھنڈرات میں چار یک وتنہا انسانی شبیہہ نظر آ رہی ہیں۔ 1857 میں اس مقام کے قابض 2000 سے زیادہ باغی سپاہیوں کو کیمپ بیل کی قیادت میں برطانوی فوجوں نے مار ڈالا۔ زمین پر بکھرے پڑے انسانی پنجر بغاوت کے بے نتیجہ ہونے کی سرد وارننگ دے رہے ہیں۔

5. بغاوت کی تصاویر
(IMAGES OF THE REVOLT)

ہم اس بغاوت کے بارے میں باغیوں کی سرگرمیوں سے متعلق اوراس کے انسداد کے اقدامات کے متعلق جن پر بحث کررہے ہیں کیسے جان سکتے ہیں؟

باغیوں کے نقطۂ نظر کے تعلق سے ہمارے پاس بہت کم دستاویزات ہیں البتہ باغیوں کے چند اعلانات اور اشتہارات ہیں اوراس کے ساتھ ہی باغی لیڈران کے چند خطوط موجود ہیں، لیکن اب تک مورخین انگریزوں کے ذریعہ لکھی گئی روداد کی روشنی میں ہی باغیوں کی کارروائیوں پر بنیادی طور پر مسلسل بحث کرتے آرہے ہیں۔

بے شک سرکاری دستاویزات کثرت سے موجود ہیں جیسے نوآبادیاتی انتظام کاروں اور فوجی افراد نے اپنے خطوط، ڈائریوں، خودنوشت سوانح عمریوں اور سرکاری تاریخوں میں اپنے بیانات چھوڑے ہیں۔ غیر رسمی خطوط، رقعات (نوٹس)، حالت کی تشخیص اور پیش کی گئی رپورٹوں کے ذریعہ سرکاری میلان خاطر اور انگریزوں کے بدلتے رویے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان میں سے بہت سے ریکارڈوں کو ''فوجی بغاوت کے ریکارڈ'' پر مبنی کئی جلدوں میں یکجا کیا جاچکا ہے۔ یہ دستاویزات ہمیں افسران کے خوف واضطراب نیز باغیوں کے تئیں اُن کے تصور کے متعلق بتاتی ہیں۔ برطانوی اخبارات ورسائل میں بغاوت کی جو کہانیاں شائع ہوئی ہیں اُن میں فوجی باغیوں کے تشدد کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں یہ کہانیاں عوام کے جذبات کو برانگیختہ کرتی تھیں نیز انتقام اور جوابی کارروائی کے لیے اکساتی تھیں۔

انگریزوں اور ہندوستانیوں کے ذریعہ تیار کردہ پینٹنگ، پنسل سے بنی ڈرائنگ، تیزابی نقش نگاری، پوسٹر، کارٹون اور بازار پرنٹس وغیرہ اس فوجی بغاوت کے اہم ریکارڈ ہیں۔ آیئے ان میں سے کچھ پرغور کریں اور دیکھیں کہ وہ ہمیں کیا بتاتی ہیں۔

5.1 نجات دہندوں کی ستائش (Celebrating the saviours)

برطانوی تصاویر شبیہوں کا ایک تنوع پیش کرتی ہیں جس کا مقصد مختلف طرح کے جذبات اور ردعمل کو برانگیختہ کرنا تھا۔ ان میں سے بعض میں انگریزوں کو بچانے اور باغیوں کو کچلنے والے انگریز ہیرو کی یادیں تازہ کی گئی ہیں۔ 1859 میں تھامس جونس بارکر کے ذریعہ بنائی گئی پینٹنگ ''ریلیف آف لکھنؤ'' (لکھنؤ کی امداد)، اس قسم کی ایک مثال ہے۔ جب باغی فوجوں نے لکھنؤ کا محاصرہ کرلیا تھا تو لکھنؤ کے کمشنر ہنری لارنس نے عیسائی آبادی کو مجتمع کیا اور انتہائی قلعہ بند ریزیڈنسی میں پناہ لی

© NCERT not to be republished

شکل 11.10
تھومس جونس بارکر کے ذریعہ بنائی گئی "ریلیف آف لکھنؤ" نامی تصویر 1859

تھی۔لارنس مارا گیالیکن کرنل انگلس کی کمان کے تحت ریزیڈنسی محفوظ رہی۔ 25 ستمبر کو جیمس اوٹرام اور ہنری ہیولوک وہاں پہنچے، انھوں نے باغی فوجوں کا قلع قمع کر دیا اور برطانوی محافظ فوج کو کمک پہنچائی۔ 20 دن بعد کولن کیمپ بیل جو ہندوستان میں برطانوی افواج کا نیا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا، اپنی افواج کے ساتھ یہاں پہنچا اور برطانوی محافظ افواج کو محاصرہ سے آزاد کرایا۔ برطانوی بیانات میں لکھنؤ کا محاصرہ بقائے زندگی، بہادرانہ مزاحمت اور برطانوی حکومت کی قطعی فتح مندی کی کہانی بن گیا۔

بارکر کی پینٹنگ کیمپ بیل کے داخلہ کے لمحات کے جشن کو دکھاتی ہے۔کینوس کے وسط میں برطانوی ہیرو کیمپ بیل، اوٹرام اور ہیولاک کی شبیہیں ہیں، ان کے ارد گرد کھڑے لوگوں کے ہاتھوں کے اشارے کو دیکھنے پر تماشائی کی نگاہ تصویر کے مرکز کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ یہ ہیرو میدان میں کھڑے ہیں جہاں کافی اجالا ہے، آگے کی طرف پرچھائیں ہے اور پس منظر میں تباہ شدہ ریزیڈنسی دکھائی دیتی ہے۔تصویر کے اگلے حصے میں پڑے مردہ زخمی لوگ، محاصرے کے دوران کی مصیبت کا ثبوت ہیں جبکہ میدان کے وسط میں گھوڑوں کی فتح یاب شبیہیں اس حقیقت پر زور دیتی ہیں کہ برطانوی اقتدار اور کنٹرول دوبارہ قائم ہو چکا ہے۔اس نوعیت کی تصاویر سے انگریز عوام میں تسکین آمیزی پیدا ہوتی تھی نیز ان میں یہ شعور پیدا ہوتا تھا کہ پریشانی کا وقت قصہ پارینہ بن چکا ہے اور بغاوت ختم ہو چکی نیز انگریز فاتح بن چکے ہیں۔

5.2 انگریز خواتین اور برطانیہ کا وقار (English women and the honour of Britain)

اخباروں کی رپورٹیں عوام کے تخیل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ واقعات کے تئیں لوگوں کے جذبات اور رویے کو ایک شکل دیتی ہیں۔ عورتوں اور بچوں کے خلاف ہونے والے تشدد کی کہانیوں سے مشتعل ہو کر بطور خاص برطانیہ میں انتقام لینے کے لیے عوامی مطالبہ ہونے لگا۔ انگریز حکومت سے معصوم خواتین کے وقار کی حفاظت اور بے یار و مددگار بچوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کا مطالبہ کرنے لگے۔ صدمے اور مصیبت کی ان کی بصری نمائندگی کے ذریعہ آرٹسٹوں نے ان جذبات کو ظاہر کیا مزید برآں ایک شکل بھی دی۔

فوجی بغاوت کے دو سال بعد جوزف نوئل پیٹون نے ''ان میموریم'' (یادیں) نامی تصویر (تصویر 11.11) بنائی جس میں یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ انگریز عورتیں اور بچے گھبرائے ہوئے ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے ہیں، بے یار و مددگار اور معصوم، بظاہر ناگزیر حالت میں — بے عزتی، تشدد

شکل 11.11
جوزف نوئل پیٹون کے ذریعہ 1859 میں بنائی گئی تصویر "ان میموریم"

اورموت کا انتظار کرتے ہوئے۔ ''ان میموریم''میں خون آلود تشدد نظر نہیں آتا۔ اس کی طرف یہ تصویر صرف خیال دلاتی ہے، یہ تماش بین کے تخیل کو جوش میں لاتی ہے اور جنون کو اکسانے کے درپے نظر آتی ہے۔ یہ باغیوں کی نمائندگی ایک متشدد اور وحشی کے طور پر کرتی ہے اگرچہ وہ تصویر میں نظر نہیں آتے۔ پس منظر میں برطانوی مددگار فوج کو محافظ کے بطور آتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔

شکل 11.12
کان پور میں مس وھیلر سپاہیوں سے اپنی حفاظت کرتے ہوئے۔

دیگر خاکوں اور تصاویر کے مجموعہ میں ہم کو عورتیں مختلف انداز میں نظر آتی ہیں۔ وہ بہادرانہ انداز میں باغیوں کے حملے سے خود کو بچاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ تصویر 11.12 کے، مرکز میں مس وھیلر ثابت قدمی کے ساتھ کھڑی ہیں اور اپنی عزت کی حفاظت کے لیے اکیلے ہی باغیوں پر جان لیوا حملہ کر رہی ہیں۔ اس طرح کی نمائندگی کرنے والی تمام تصاویر کی طرح یہاں بھی، باغیوں کو جن بھوتوں کی طرح دکھایا گیا ہے۔ یہاں چار ہٹے کٹے آدمیوں کے ہاتھوں میں تلوار اور بندوق لیے ایک عورت پر حملہ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہاں اپنی عزت اور زندگی کی بقا کے لیے ایک عورت کی جدوجہد کے ذریعہ فی الحقیقت ایک گہری مذہبی تعبیر کی نمائندگی کی گئی ہے۔ یہ عیسائیت کے وقار کی بقا کی جنگ ہے، تصویر میں فرش پر پڑی ہوئی کتاب بائبل ہے۔

5.3 انتقام اور بدلہ (Vengeance and retribution)

جوں جوں برطانیہ میں غصہ اور صدمے کی لہریں پھیلیں ویسے ہی بدلہ لینے کے، لیے مطالبہ بلند ہوتا گیا۔ بغاوت کے متعلق بصری تصاویر اور خبروں نے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا جس میں انسداد اور انتقام دونوں کو واجب کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ یہ ایسا تھا گویا انصاف کے مطالبہ کے لیے برطانوی وقار اور اقتدار کو ملنے والے چیلنج کو بے رحمی سے کچلنا ضروری ہو۔ بغاوت سے خوفزدہ انگریزوں کو محسوس ہوا کہ انھیں اپنی ناقابل تسخیر شبیہہ کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ ایسی، ہی ایک شبیہہ (تصویر 11.13) میں ہمیں ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لیے انصاف کی ایک

JUSTICE.

شکل 11.13
جسٹس، پنچ، 12 ستمبر 1857 تصویر کے نیچے پیندہ پر یہ پڑھا جاسکتا ہے'' کان پور میں ہونے والے وحشت ناک قتل عام کی خبر نے پورے انگلینڈ میں بدلہ لینے کے لیے سرکش خواہش اور آتشی غصہ کا طوفان پیدا کر دیا ہے۔''

© NCERT
not to be republished

مثالی تصویر نظر آتی ہے۔اس کا انداز حملہ آورانہ ہے، اس کے چہرے سے غصہ اور بدلے کے لیے خواہش ظاہر ہوتی ہے۔وہ سپاہیوں کو اپنے پیروں سے روندرہی ہے جب کہ ہندوستانی اور بچوں کی بھیڑ خوف سے جھکی جارہی ہے۔

THE BRITISH LION'S VENGEANCE ON THE BENGAL TIGER.

شکل 11.14
تصویر کے نیچے پینده پریہ پڑھا جاسکتا ھے "بنگال ٹائیگرسے برطانوی شیر کا انتقام" ،پنچ 1857 تصویرسے کیا خیال سامنے آتا ھے؟

شیراور چیتے کی تصویروں کے ذریعہ کیا ظاہر کیا گیا ہے؟ عورت اور بچے کی تصویر کیا بیان کرتی ہے؟

5.4 دہشت کا مظاہرہ (The performance of terror)

انتقام اور بدلے کا اصرار اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ باغیوں کو کتنے ظالمانہ طریقے سے پھانسیاں دی گئیں۔انھیں توپوں سے اُڑا دیا گیا یا پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا۔ان کی پھانسی کی سزاؤں کی تصاویر وسیع پیمانے پر مقبول عام رسائل میں شائع کی گئیں۔

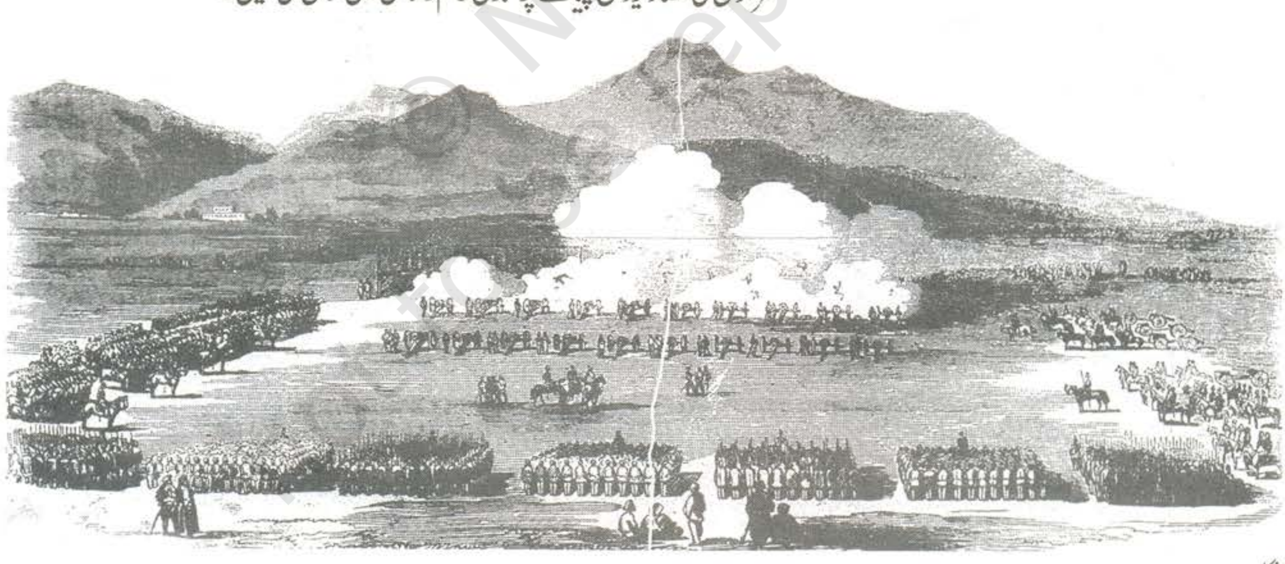

شکل 11.15
"پشاور میں فوجی باغیوں کی ہلاکت، توپ سے اڑاتے ہوئے۔"السٹریٹڈ لندن نیوز، 3 اکتوبر 1857
گردن ماری کے اس منظر میں ڈرامے کا اسٹیج دکھائی دیتا ہے جہاں ڈرامہ انجام دیا گیا— ظالمانہ اقتدار کا ایک ڈرامائی منظر، پورے منظر میں باوردی گھوڑسوار فوجی اور سپاہی غالب ہیں۔انھیں اپنے ساتھی سپاہیوں کی گردن ماری دیکھنی ہے اور بغاوت کے آزردہ نتائج کا تجربہ کرنا ہے۔برطانوی پریس میں لاتعداد دیگر تصاویر اور کارٹون بھی تھے جو ظالمانہ انسداد اور پرتشدد انتقامی کارروائی کی تصدیق کرتے ہیں۔

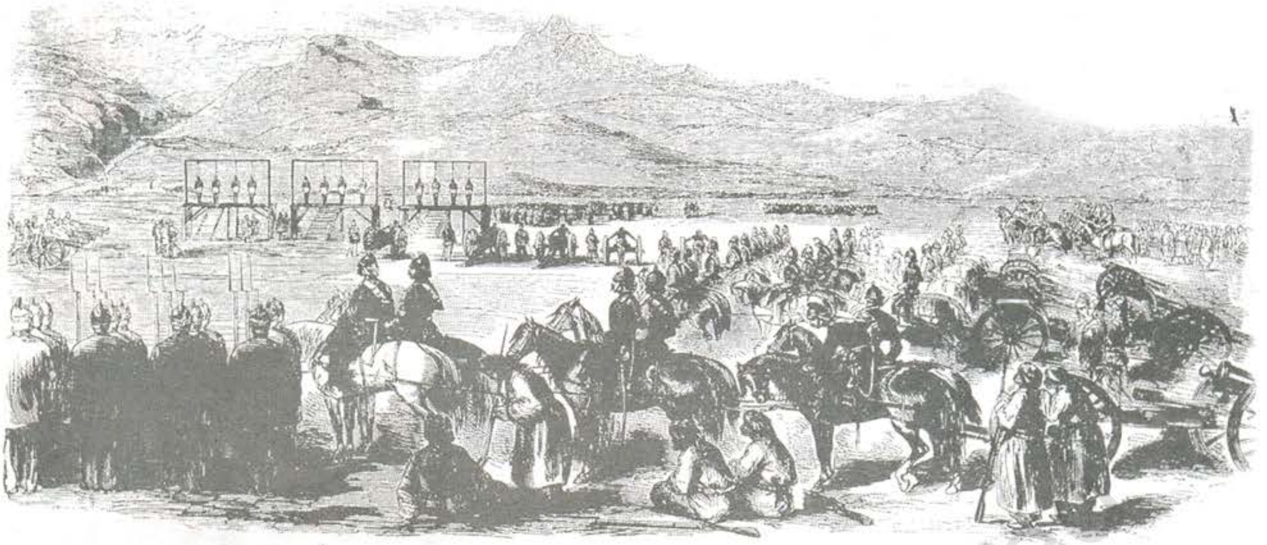

شکل 11.16

پشاور میں باغی سپاہیوں کی ہلاکت، السٹریٹڈ لندن نیوز، 3 اکتوبر 1857

ہلاکت کے اس منظر میں 12 باغی ایک قطار میں لٹکے ہوئے ہیں اور چاروں جانب توپیں تعینات ہیں۔ کیا آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معمول کی سزا نہیں ہے، یہ دہشت کا مظاہرہ ہے۔ اس کے ذریعہ لوگوں کے اندر خوف پیدا کرنا ہے کہ سزا کسی احاطہ بند جگہ پر احتیاط سے نہیں دی جا سکتی تھی اس کو ڈرامائی انداز میں کھلی جگہ پر پیش کرنا ضروری تھا۔

5.5 رحم کے لیے وقت نہیں (No time for clemency)

جب انتقام کے لیے شوروغوغا ہو رہا تھا اس وقت اعتدال پسندی کے لیے لوگ مضحکہ خیز بن کر رہ جاتے تھے۔ جب گورنر جنرل کننگ نے اعلان کیا کہ نرمی اور رحم دلی کے مظاہرے سے سپاہیوں کی وفاداری دوبارہ جیتنے میں مدد ملے گی۔ اس بات کے لیے برطانوی پریس میں اس کا مذاق اُڑایا گیا۔

ایک طنز ومزاح کے برطانوی رسالے پنچ (Punch) کے صفحات میں شائع ایک کارٹون میں کننگ کو ایک لچکدار (نیک) باپ کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ اس کا محافظ ہاتھ ایک سپاہی کے سر پر ہے جو ابھی تک ایک ہاتھ میں بے نیام تلوار اور دوسرے ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے ہے۔ دونوں سے خون ٹپک رہا ہے (تصویر 11.17)۔ یہ ایسے تصورات تھے جو اس وقت کی متعدد تصاویر میں بار بار آتے ہیں۔

THE CLEMENCY OF CANNING.

Governor-General. "WELL, THEN, THEY SHAN'T BLOW HIM FROM NASTY GUNS; BUT HE MUST PROMISE TO BE A GOOD LITTLE SEPOY."

شکل 11.17

"کننگ کی نرم دلی"، پنچ، 24 اکتوبر 1857

کارٹون کے نیچے پیندہ میں آپ پڑھ سکتے ہیں "گورنر جنرل: خوب، پھر وہ اسے غلیظ بندوقوں سے نہیں اُڑائیں گے لیکن وہ ایک اچھا کم سن سپاہی بننے کا یقینی وعدہ کرے۔"

© NCERT not to be republished

5.6 قوم پرست خیالی تصویر (Nationalist imageries)

بیسویں صدی میں قومی تحریک نے 1857 کے واقعات سے تحریک اخذ کی۔ قومی تصورات کی ایک پوری دنیا بغاوت کے اردگرد بُن دی گئی۔ اس کو پہلی جنگ آزادی کے طور پر بطور جشن منایا گیا۔ جس میں ہندوستان کی عوام کے ہر طبقے کے لوگوں نے مل کر سامراجی حکومت کے خلاف لڑائی لڑی۔

تاریخی تحریروں کی طرح ہی آرٹ اور ادب نے بھی 1857 کی یاد کو زندہ رکھنے میں مدد کی۔ بغاوت کے لیڈران کو بہادر ہستیوں کی شکل میں پیش کیا جاتا تھا جو ملک کو میدان جنگ کی طرف لے جا رہے تھے۔ لوگوں کو ظالمانہ سامراجی حکومت کے خلاف راست باز برہمی کو بیدار کرنے کے لیے پیش کیا گیا۔ ایک ہاتھ میں تلوار لیے اور دوسرے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام پکڑے اپنے مادر وطن کی آزادی کے لیے لڑائی لڑنے والی رانی کی بہادری کے متعلق اوالعزمانہ نظمیں لکھی گئیں۔ جھانسی کی رانی کو ایک ایسی طاقتور مردانہ شخصیت کے طور پر جو دشمنوں کا تعاقب کرتے ہوئے، برطانوی فوجیوں کو قتل کرتے ہوئے اور مردانہ وار آخری دم تک لڑتے ہوئے پیش کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں بچے سبھدرا کماری چوہان کا مصرعہ ''خوب لڑی مردانی وہ تو جھانسی والی رانی تھی۔'' پڑھتے ہوئے بڑے ہو رہے تھے۔ مقبول عام تصویروں میں رانی لکشمی بائی کی عموماً جنگی لباس (زرہ پوش)، ہاتھ میں تلوار لیے، گھوڑے پر سوار تصویر کشی کی جاتی ہے — یہ ناانصافی اور غیر ملکی حکومت کے خلاف مزاحمت کے مصمم ارادہ کی علامت ہے۔

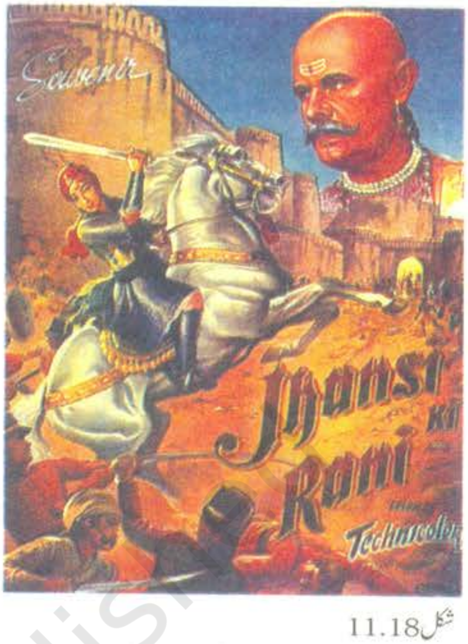

شکل 11.18

فلموں اور پوسٹروں نے رانی لکشمی بائی کی ایک طاقت ور مردانہ سورما کی شبیہہ بنانے میں مدد کی

ان تصاویر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے بنانے والے جو مصور تھے وہ ان واقعات کو کیا سمجھتے تھے؟ وہ کیا محسوس کرتے تھے اور ان کے مدنظر کیا ذہن نشین کرانا تھا۔ تصاویر اور کارٹون کے ذریعہ ہم عوام کے متعلق خیال کر سکتے ہیں جو ان تصاویر کو دیکھتے تھے اور تعریف و تنقید کرتے تھے اور ان کی نقول کو خرید کر اور از سر نو تیار کروا کر اپنے گھروں میں رکھتے تھے۔

یہ تصاویر جس دور میں تیار کی گئیں۔ اس وقت کے جذبات و احساسات کی ہی ترجمانی نہیں کر رہی تھیں بلکہ انھوں نے جذباتی معیار کو بھی ایک شکل دی۔ برطانیہ میں شائع تصاویر کے ذریعہ بھم رسا عوام باغیوں کے انسداد کی انتہائی ظالمانہ سزا کی مانگ کر رہی تھی۔ دوسری طرف بغاوت کے قوم پرست خیالی تصورات قوم پرست تخیل کو نئی شکل دینے میں مدد کر رہے تھے۔

بحث کیجیے

اس سیکشن میں دی گئیں تصاویر کے ہر جز کی جانچ کیجیے اور بحث کیجیے کہ فن کار کے تناظر کی شناخت کرنے میں آپ کس طرح کی اجازت دیتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

ٹائم لائن

1801	اودھ میں ویلزلی کے ذریعہ امدادی معاہدہ متعارف ہوا
1856	نواب واجد علی شاہ کو معزول کیا گیا؛ اودھ کا الحاق
1856-57	انگریزوں کے ذریعہ اودھ میں جامع مال گزاری بندوبست کا آغاز
1857	
10 مئی	میرٹھ میں فوجی بغاوت کا آغاز
11-12 مئی	دہلی شہر کی محافظ فوج کی بغاوت: بہادر شاہ ظفر کا برائے نام قیادت قبول کرنا
20-27 مئی	علی گڑھ، اٹاوہ، مین پوری، ایٹہ میں سپاہیوں کی بغاوت
30 مئی	لکھنؤ میں شورش
مئی-جون	فوجی بغاوت کا عوام کی عام بغاوت میں تبدیل ہونا
30 جون	چنہاٹ کی جنگ میں انگریزوں کی شکست
25 ستمبر	ہیولاک اور اولٹرام کی قیادت میں برطانوی افواج کا لکھنؤ ریزیڈنسی میں داخلہ
جولائی	جنگ میں شاہ مل کی موت
1858	
جون	جنگ میں رانی جھانسی کی موت

شکل 11.19
باغیوں کے چہرے

100 سے 150 لفظوں میں جواب دیجیے۔

1۔ بہت سے مقامات پر باغی سپاہیوں نے پرانے حکمرانوں سے بغاوت کی قیادت مہیا کرانے کے لیے کیوں اصرار کیا؟

2۔ ان شواہد کے بارے میں بحث کیجیے جو باغیوں کی طرف سے منصوبہ بندی اور ہم آہنگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

3۔ بحث کیجیے کہ کس حد تک مذہبی عقائد نے 1857 کے واقعات کو ایک شکل دی تھی؟

4۔ باغیوں کے درمیان اتحاد کو یقینی بنانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی گئیں؟

5۔ انگریزوں نے بغاوت و سرکشی کو کچلنے کے لیے کیا اقدام کیے؟

مندرجہ ذیل پر ایک مختصر مضمون (تقریباً 250 سے 300 پر مشتمل) لکھیے:

6۔ خاص طور پر اودھ میں بغاوت دور دور تک کیوں پھیلی ہوئی تھی؟ کسان، تعلقہ دار، اور زمین دار بغاوت میں شامل ہونے کے لیے کیوں آمادہ تھے؟

7۔ باغی کیا چاہتے تھے؟ مختلف سماجی گروہوں کی بصارت میں کس حد تک فرق تھا؟

8۔ 1857 کے متعلق بصری نمائندگی (تصویریں) ہمیں کیا بتاتی ہیں؟ مورخین ان تصاویر کا تجزیہ کس طرح کرتے ہیں؟

9۔ اس باب میں پیش گوئی سے بھی دو ماخذ، ایک تصویری اور ایک اصل کتابی متن کی جانچ کیجیے اور بحث کیجیے کہ یہ فاتح اور مفتوح کے نقطہ نظر کی کس طرح ترجمانی کرتے ہیں؟

نقشہ کا کام

10۔ ہندوستان کے نقشے پر کلکتہ (کولکاتہ) بمبئی (ممبئی) اور مدراس (چنئی) کو نشان زد کیجیے جو 1857 میں برطانوی اقتدار کے تین اہم مرکز تھے۔ نقشہ نمبر 1 اور 2 کی طرف رجوع کیجیے اور ان علاقوں کو نشان زد کیجیے جہاں بغاوت سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر تھی۔ یہ علاقے نوآبادیاتی شہروں سے کتنے قریب اور کتنے دور تھے؟

پروجیکٹ (کوئی ایک)

11۔ 1857 کی بغاوت کے لیڈروں میں سے کسی ایک کی سوانح عمری پڑھیے۔ سوانح نگار کے ذریعہ استعمال کیے گئے ماخذوں کا جائزہ لیجیے۔ کیا ان میں سرکاری رپورٹوں، اخباری بیانات، علاقائی زبان کی کہانیوں، بصری مواد یا کسی اور چیز کو شامل کیا گیا ہے۔ کیا سبھی ماخذ ایک جیسی بات کہتے ہیں یا ان میں اختلافات پائے جاتے ہیں؟ اپنے نتیجہ تحقیقات پر ایک رپورٹ تیار کیجیے۔

12۔ 1857 پر بنی کوئی ایک فلم دیکھیے اور بغاوت کو پیش کرنے کے طریقے کے متعلق لکھیے۔ اس میں انگریزوں، باغیوں اور ان لوگوں کو جو انگریزوں کے وفادار بنے رہے کی کس طرح تصویر کشی کی گئی ہے۔ یہ فلم کسانوں، شہری باشندوں، قبائلیوں، زمین داروں اور تعلقہ داروں کے متعلق کیا کہتی ہے؟ فلم کس قسم کے ردعمل کو ابھارنے کی کوشش کرتی ہے۔

مزید معلومات کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے:

گوتم بھدرا، 1987،
فوروری بیل آف ایٹین ففٹی سیون،
سب آلٹرن اسٹڈیز، IV
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی

رودرانگشو مکھرجی، 1984
اودھ ان ریوولٹ 58–1857
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی

تاپتی رائے، 2006
راج آف دی رانی،
پینگوئن، نئی دہلی

ایرک اسٹوکس، 1980 پیزینٹس اینڈ دی راج
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی

آپ مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر رابطہ قائم کرسکتے ہیں:

http:// books.google.com
(انگریزوں کے ذریعہ تیار 1857 کی روداد کے لیے)
www.copsey-family.org/allenc/lakshmibai/links.html
(رانی لکشمی بائی کے خطوط کے لیے)

© NCERT not to be republished